بُری ہم مجلسی سے اجتناب

عبداللہ بن مستورد سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لما وقعت بنو إسرائيل في المعاصي نهتهم علماؤهم فلم ينتهوا، فجالسوهم في مجالسهم وآكلوهم وشاربوهم، فضرب الله قلوب بعضهم ببعض، فلعنهم على لسان داود وعيسى بن مريم ذلك بما عصوا وكانوا يعتدون.))(سنن أبي داود، سنن ترمذي)

"جب بنی اسرائیل نافرمانی کے کاموں میں پڑ گئے تو ان کے علماء نے ان کو منع کیا مگر وہ باز نہ آئے۔ پھر (بھی) وہ ان مجلسوں میں ان کے ساتھ بیٹھتے رہے اور ان کے ساتھ کھاتے پیتے رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان (علماء اور عوام) سب کے دلوں کو آپس میں خلط ملط کر دیا (یعنی عوام کے دلوں کی سیاہی علماء کے دلوں پر بھی اثر انداز ہونے لگی) پھر ان (سب) پر حضرت داود اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی زبانی لعنت کی۔ یہ اس وجہ سے ہوا کہ اُنھوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے تجاوز کرتے تھے۔"

مرد وعورت کی مساوات؟

قدرت نے نظام تمدن کے دو حصے کر دیے ہیں، فرائض منزلی اور فرائض تمدنی۔ پہلا کام عورت کے ذمے قرار دیا اور اس کو ''رابۃ العائلۃ'' بنایا۔ دوسرا کام مرد کے متعلق کیا اور اس کو تمدنی مملکت کا تاج دار بنایا۔ اس لیے درحقیقت قدرت نے مرد اور عورت کو دو علیحدہ جنسوں میں منقسم نہیں کیا ہے بلکہ انسانی ضرورتوں پر نظر رکھتے ہوئے، دونوں کی مجموعی طاقت کو شخص کامل کی صورت میں مخلوق کیا ہے۔ مرد میں بذاتہ متعدد نقص ہیں جو کامل نہیں ہو سکتے، اگر عورت شریک حال نہ ہو۔ اسی طرح عورت میں بہت سے نقص ہیں جو مکمل نہیں ہو سکتے اگر مرد اس کی اعانت سے دست بردار ہو جائے۔ اس بنا پر مرد اور عورت عبارت ہیں ایک نوع کامل سے جن کی کوشش اور فرائض کی انجام دہی سے نظام تمدن قائم ہے۔ جو لوگ اس امر کی کوشش کرتے ہیں کہ عورت کو درجہ استقلال حاصل ہو جائے، ان کی مثال بالکل اس شخص کی سی ہے جو آکسیجن اور ہائیڈروجن کی مجموعی طاقت کو ضائع کرنا چاہے اور اس خبط میں مبتلا ہو کہ ان میں سے کوئی ایک عنصر مستقل ہو جائے۔ حالاں کہ اس کو معلوم ہے کہ پانی عبارت ہے ان دونوں کی ترکیبی اور مجموعی قوت سے۔ اگر یہ ممکن ہے کہ ان میں سے ایک عنصر دوسرے عنصر کی اعانت سے مستغنی ہو کر درجہ استقلال حاصل کرے اور پانی کی طبعی تکوین میں بھی فرق نہ آئے تو یہ بھی ممکن ہے کہ عورت، مرد کے مشاغل میں شریک ہو جائے اور نظام تمدن بھی متزلزل نہ ہو۔ لیکن ہم کو معلوم ہے کہ ایسا ہونا محال قطعی ہے۔ جس طرح ہائیڈروجن کے مقابلے میں آکسیجن ثقل سے زیادہ ہے اسی طرح عورت کے مقابلے میں مرد کی جنسی اور دماغی قوت زیادہ ہے۔ جس طرح ہائیڈروجن کے ثقل کی زیادتی پانی کی طبعی تکوین کی مخالف ہے، بعینہٖ اسی طرح عورت کا استقلال نظام تمدن اور معاشرت کی تشکیل کے لیے سم قاتل ہے۔

علوم مادیہ کا افضل ترین عالم یورپ کا سر برآوردہ مصنف ژول سیمان اپنے ایک مضمون میں، جو ریویو آف ریویوز میں شائع ہوا تھا، لکھتا ہے:

''عورت کو چاہیے کہ عورت رہے۔ ہاں! بے شک! عورت کو چاہیے کہ عورت رہے۔ اسی میں اس کے لیے فلاح ہے اور یہی وہ صفت ہے جو اس کو سعادت کی منزل تک پہنچا سکتی ہے۔ قدرت کا یہ قانون ہے اور قدرت کی یہ ہدایت ہے۔ اس لیے جس قدر عورت اس سے قریب ہوگی اس کی حقیقی قدر و منزلت بڑھے گی اور جس قدر دور ہوگی، اس کے مصائب ترقی کریں گے۔ بعض فلاسفر انسانی زندگی کو مکروہ اور پاکیزگی سے خالی سمجھتے ہیں، مگر میں کہتا ہوں کہ انسان کی زندگی دل فریب، پاک اور بے حد پاکیزہ ہے۔ اگر ہر مرد اور ہر عورت اپنے ان مدارج سے واقف ہو جائے جو قدرت نے اس کے لیے قرار دیے ہیں اور اپنے ان فرائض کو ادا کرے جو قدرت نے اس کے متعلق کر دیے ہیں۔'' (مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا

بانی: مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ

سرپرست: مولانا ابوبکر صدیق السلفی حفظہ اللہ

09 رجب المرجب 1435ھ جمعۃ المبارک 09 تا 15 مئی 2014ء

مسلک اہلحدیث کا داعی و ترجمان

ہفت روزہ الاعتصام

یکے از مطبوعات دار الدعوۃ السلفیۃ

شمارہ 19 جلد 66

خط کتابت کے لیے : ہفت روزہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ، لاہور

کرنٹ اکاؤنٹ نمبر : ABL 2466-4 بلال گنج برانچ، لاہور

فون نمبر : 042-3735 4406

فیکس نمبر : 042-37229802

رجسٹرڈ نمبر : CPL : 12

E-Mail: al.aitisam@gmail.com

بدل اشتراک

فی پرچہ : -/12 روپے

سالانہ : -/500 روپے

بیرونی ممالک سے : -/200 ریال، -/60 ڈالر امریکی

پرنٹر: پرنٹ یارڈ پرنٹرز، لاہور۔ ناشر: حافظ احمد شاکر، مقام اشاعت: 31 شیش محل روڈ لاہور 54000

اداریہ

اندرونی سازشیں زیادہ خطرہ ہیں

محمد سلیم چنیوٹی

یہ بڑی بڑی غلطیاں ہی ہوتی ہیں جو کسی قوم کی پستی کی علامت بن کر کلنک کا ٹیکہ بن جایا کرتی ہیں۔ قیام پاکستان کے قبل کے جو حالات و واقعات ہمارے بزرگ بیان کرتے آئے ہیں اگر انھیں مدنظر رکھا جائے تو آج بھی اخلاقی، معاشرتی، قومی ہم آہنگی جیسی دیگر مشکلات ومسائل پر قابو پایا جاسکتا ہے۔ مثلاً قیامِ پاکستان سے قبل کے جو حالات تھے وہ ایسے تھے کہ ہندو، سکھ، مسلم اکٹھے رہا کرتے تھے۔ نوجوان اپنے سر پر ٹوپی رکھتے یا پگڑی باندھا کرتے تھے۔ ایک دوسرے کا احترام کرتے، دوسرے کی عزت اپنی عزت سمجھتے، ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شریک ہوتے، ایک دوسرے کے مذہب وملت کا احترام بھی کرتے اور بڑے بزرگوں سے یہ بھی سنا جاتا ہے کہ مسلمان علمائے کرام کی وعظ وتقاریر میں بعض غیر مسلم (ہندو، سکھ وغیرہ) بھی دلچسپی لیتے تھے۔ لیکن جب صلیبی استبداد نے ہندو بنیے کو اپنے نسلی تفوق کو بڑھاتے ہوئے اپنے اندر درجاتی تقسیم کی نمو کرنی شروع کی یعنی کھشتری، ویش اور شودر جیسے طبقوں میں نسلی تعصب عیاں ہونے لگا تو اس تقسیم نے ہندو دھرم کے اتحاد کو تتر بتر کرنا شروع کر دیا کہ پھر ان کی اس طبقاتی تقسیم سے دوسرے اہل مذاہب کی بھی اُنھوں نے تحقیر کرنی شروع کر دی۔ صلیب نے سازش کے طور پر بدیشی نفرت کو ہندو مسلم نفرت میں تبدیل کر دیا۔ صلیب کی یہ شہہ پا کر ہندو نے اپنی سیاسی چالبازیوں سے سکھوں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکاتے اور اکساتے ہوئے اس محبت ویگانگت میں رخنے ڈالنے شروع کر دیے کہ برصغیر میں انگریز نے ہند سے کوچ کا اشارہ پاتے ہی ہندو مسلم دوقومی نظریے کا شوشہ چھوڑ دیا۔ ہندو بنیا جس کی عیاری ومکاری تو مشہور ہی ہے وہ کاروبار یعنی غلہ وسبزی منڈیوں، کپڑے اور دیگر تجارتی اشیاء پر حاوی ہونے لگا۔ جہاں مسلمانوں کی منڈیاں یا دکانیں ہوتی تھیں وہاں اُنھوں نے سوشل بائیکاٹ یعنی خرید وفروخت ترک کر دی اس باہمی منافرت کو یہاں تک بڑھایا گیا کہ یہ باقاعدہ ایک سیاسی جدوجہد کی صورت اختیار کر گئی اسی اثناء میں مسلمانوں کے بعض لیڈروں نے اپنے لیے ایک الگ مملکت کا مطالبہ کر دیا۔ صلیب وہنود کے پروپیگنڈے نے سکھوں کو مسلمانوں کے خلاف آتش بداماں کر دیا اور سالہا سال مسلمانوں کے ساتھ اکٹھے رہنے کے باوجود محبت وپیار کو نفرت میں تبدیل کر دیا، جو ایک دوسرے کی عزت کے پاسباں تھے وہ عزتوں کو پامال کرنے لگے اس طرح روزانہ کی بنیاد پر حالات باہمی قتل وغارت اور دشمنی اس حد تک بڑھ گئی جو قیام پاکستان پر منتج ہوئی یعنی انگریز مسلمانوں سے چھینا ہوا ملک ہندوستان ہندو بنیے کو دے گیا۔ حالاں کہ مسلمانوں کی اکثریت تقسیم ہند کے اس لیے خلاف تھی کہ ان کی رائے میں مسلمانوں کو متحد ومتفق رہنے سے سیاسی سوجھ بوجھ رکھنے والا ایک طبقہ پورے ہندوستان پر مسلم حکمرانی کی سوچ اور یقین کی حد تک اُمید رکھتا تھا۔

بہر حال جو ہونا تھا وہ ہوا اور خریطہ عالم پر اب ایک الگ اسلامی مملکت ''پاکستان'' وجود میں آ گئی اور اس کا نظام حکومت چلنے لگا۔ اغیار نے قیام پاکستان کے شروع ہی میں سازشیں اور شورشیں شروع کر دیں۔ ۱۴راگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان معرض وجود میں آیا۔ بانی پاکستان محمد علی جناح گورنر جنرل مقرر ہوگئے۔ طالع آزماؤں نے اخبارات کے مطابق انھیں ۱۹۴۸ء میں ہی خالق حقیقی سے ملا دیا۔ پھر پاکستان کے پہلے وزیراعظم جناب لیاقت علی خان کو ایک بھرے جلسے میں دوران تقریر دن دہاڑے گولی مار دی گئی۔ اس کے بعد گورنر جنرل ملک غلام محمد کا دور آ گیا اس کا انجام ہی اس کے دور کا غماز ہے کہ اس کو وطن کی مٹی بھی نصیب نہ ہوئی۔ علیٰ ہذا القیاس سیاسی قیافہ شناس اور بحر سیاست کے شناوران حالات وواقعات کا ادراک خوب رکھتے ہیں۔ ہم تو بس یہی کہہ سکتے ہیں۔ قیام پاکستان سے لے کر تادم تحریر کیسے کیسے بحران ہیں جن سے وطن عزیز دوچار نہ ہوا ہو لیکن طاغوت کی ساری دسیسہ کاریوں کے باوجود مخلصین اور بے کسوں کی دعاؤں سے وطن عزیز اب تک قائم ہے اور ان شاء اللہ قائم رہے گا۔

ان دنوں حکومت اور طالبان کے درمیان مذاکرات کی آنکھ مچولی جاری ہے۔کبھی مذاکرات شروع ہو جاتے ہیں،کبھی بند ہو جاتے ہیں۔کبھی اس کے اراکین مستعفی ہونے کا اعلان کرتے ہیں،کبھی دوبارہ مذاکرات کا جھانسہ دیا جاتا ہے۔طالبان سے مراد پاکستان کے طالبان جوشمالی علاقہ جات میں کارروائیاں جاری رکھے ہوئے ہیں جن کی ڈور نہ جانے کس کے پاس ہے کہ اس کے اصل لیڈر کا ہی پتا ابھی تک پردۂ اخفاء میں ہے وہ شخصیت کون اور کہاں ہے اور کس سے کیا چاہتے ہیں؟ آئے روز دہشت گردی کے اندوہ ناک واقعات میں بے گناہ قیمتی جانیں ضائع ہورہی ہیں اور آئے روز ایسے ایسے حالات سامنے آتے ہیں کہ سمجھ ہی نہیں آتا کہ کس طرح امن قائم رہے اور یہ حالات بھی قابو میں آجائیں۔جناب آصف زرداری کی حکومت کے پانچ سالہ دورِاقتدار میں ان کی اپنی زوجہ محترمہ اوران کی اپنی پارٹی لیڈر بے نظیر بھٹو کا قتل طالبان پرڈالا جاتا رہا لیکن قاتلوں تک ان کی حکومت رسائی نہ پاسکی۔اس سے قبل مسٹر پرویز مشرف نے گیارہ سالہ دورحکومت میں ملک کو اندھیروں میں دھکیل کر بجلی کا بحران شدید کردیا، پاکستان کا آئین توڑا۔اکبربگٹی کا قتل اور جامعہ حفصہ کا افسوس ناک واقعہ ہوا۔افغانستان کی سرزمین پر حملے کے لیے امریکیوں کی ایک ہی کال موصول ہونے پر کمانڈو صاحب ڈھیر ہوگئے۔گزشتہ دنوں ان کے پیٹی بند بھائی جناب حمید گل کا یہ بیان نظروں سے گزرا جس میں اُنھوں نے فرمایا کہ:

''فوج نے اپنا کردار ادا کیا لیکن کچھ غلطیاں بھی ہوئیں، ہمارے ایک ساتھی (مشرف) نے امریکی دباؤ میں آکر جو کیا وہ نہیں کرنا چاہیے تھا۔'' (راولپنڈی پریس کانفرنس سے خطاب، ۳۰/اپریل روزنامہ جنگ)

جب کہ صورت حال یہ ہے کہ افواج پاکستان اپنی صلاحیت، بہادری میں پوری دنیا میں ایک مقام رکھتی ہیں۔''تقویٰ،ایمان اور جہاد فی سبیل اللہ'' اس کا ماٹو ہیں۔عالمی امن بھی ان دنوں اگر چہ دگرگوں ہے۔لیکن عالمی تناظر میں دیکھا جائے تو مسلمان ممالک میں حالات سنگین تر کیے جارہے ہیں۔ملک شام جیسی قتل وغارت سے مسلمہ اُمہ کے امن کو سخت دھچکا لگ رہا ہے۔وہاں کی خانہ جنگی کو طاغوت خوب ہوا دے رہا ہے کہ ان ہی کی حکومت کے ہاتھوں انھی کے عوام تہہ تیغ ہورہے ہیں۔حافظ الاسد کے بعد اس کا بیٹا بشارالاسد اپنی خون خواری کے سبب دلِ دردمند رکھنے والے مسلمانوں کے لیے ایک آزار بنا ہوا ہے۔شام کا یہ حکمران جس دیدہ دلیری سے خون ریزی جاری رکھے ہوئے ہیں یہ تاریخ کا ایک الم ناک باب ہے۔

''مرگ برامریکہ'' کا نعرہ بلند کرنے والا برادر ہمسایہ اسلامی ملک ایران جو مرگ براسرائیل کا نعرہ بھی لگاتا رہا ہے،اس نے اب یکا یک امریکیوں کے ساتھ سلسلہ جنبانی شروع کردیا ہے اور اسرائیل جسے ایران ہمیشہ ٹیڑھی آنکھوں سے دیکھتا تھا اور ایرانی ایٹم بم اس کے لیے سوہانِ روح بنارہا، کے لیے اب ایران سے اس کو خطرہ نہیں محسوس ہورہا۔حسن نصراللہ جو لبنان کے ایک مخصوص گروہ کا لیڈر رہے، بشارالاسد کی حمایت ونصرت میں ایران کے شانہ بشانہ چل رہا ہے۔گزشتہ دنوں شامی طیاروں نے ایک سکول پر بم برسا دیے جس سے طلباء کی ایک معقول تعداد موت سے ہم کنار ہوگئی اور بعض اخبارات میں کلورین گیس کا استعمال بھی بیان کیا جارہا ہے۔'' (روزنامہ ''دنیا'' یکم مئی ۲۰۱۴)

ان عالمی وعلاقائی بدلتے حالات وواقعات کے تناظر میں تمام مسلمان ممالک میں اتحاد واتفاق بڑا ضروری امر ہے۔عالمی سیاسی حالات پر نظر رکھنے والا ایک بھی مسلمان راہنما یا لیڈر اس وقت نظر نہیں آرہا۔مسلمان کہلانے والے ممالک اوران پر حکومت کرنے والے مسلم حکمران اپنی اپنی الگ دنیا میں بے شک مگن ہیں مگر عالمی سطح پر مسلمان بے یارومددگار ہی ہیں۔اوراب تو آئے روز نئے سے نئے حادثات اور بالخصوص مسلمان ملکوں میں اندرونی سازشوں نے ہی ڈیرے ڈال رکھے ہیں۔بیرونی دشمنوں سے زیادہ اندرونی دشمن زیادہ خطرہ بنے ہوئے ہیں۔اقبال نے ایسے ہی موقعہ کے لیے کہا تھا۔

سلسلہ روز و شب ، اصلِ حیات و ممات　　　سلسلہ روز و شب ، نقش گرِ حادثات

درس قرآن | قسط نمبر ۵۲

تفسیر سورۃ الصّٰفّٰت

مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

﴿فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ﴾ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ عذر معلوم کر کے قوم ان کے پاس سے چلی گئی۔ ''مدبرین'' اس کا مادہ ''دبر'' ہے جس کے معنی پشت کے ہیں۔ اور ''مدبرین'' کے معنی ہیں پشت یا پیٹھ موڑنے والے۔ یعنی وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے منہ موڑے ہوئے پیٹھ پھیر کر چلے گئے۔

﴿فَرَاغَ إِلٰى آلِهَتِهِمْ﴾ ''راغ'' جب ''الی'' کے صلہ کے ساتھ آئے تو اس کے معنی چپکے سے کسی طرف مائل ہو جانا ہیں اور جب ''علی'' کے ساتھ آئے تو اس کے معنی حملہ آور ہونا ہیں، چنانچہ قوم جب ابراہیم علیہ السلام کو چھوڑ کر چلی گئی تو انھوں نے موقع کی مناسبت سے دیر نہ کی، چپکے سے ان کے معبودوں کی طرف گئے۔ ان معبودوں کے سامنے قوم کی طرف سے حصول برکت کے لیے انواع و اقسام کے کھانے رکھے ہوئے تھے تاکہ عید سے واپسی پر وہ ان بابرکت کھانوں کو کھائیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ کھانے نذر و نیاز کی صورت میں ان کے سامنے پیش کیے گئے ہوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب یہ منظر دیکھا تو بتوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: تم انھیں کھاتے کیوں نہیں ہو؟ کسی کے سامنے کھانے آخر تناول کے لیے ہی تو رکھے جاتے ہیں۔ تمھارے پجاریوں نے یہ تمھاری خدمت میں پیش کیے ہیں تو تم انھیں کھاتے کیوں نہیں؟

﴿مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ﴾ ''آخر تمھیں کیا ہے بولتے کیوں نہیں ہو؟'' یعنی جواب کیوں نہیں دیتے ہو؟ یہ استفسار سوال کے لیے نہیں تھا۔ وہ تو خوب جانتے تھے کہ یہ کھا سکتے ہیں اور نہ بول سکتے ہیں۔ بلکہ قوم نے بھی ابراہیم علیہ السلام سے کہا تھا:

﴿لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰؤُلَاءِ يَنْطِقُوْنَ﴾ [الانبياء: ٦٥]

''بلاشبہ یقیناً تو جانتا ہے کہ یہ بولتے نہیں۔''

بلکہ یہ استفسار طنز و مذاق کے طور پر تھا۔ بڑے طمطراق کے ساتھ حقارت کی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا: تم آخر بولتے کیوں نہیں؟ پھر اُنھوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔

﴿فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِيْنِ﴾ ''ان پر حملہ آور ہوئے، پل پڑے دائیں ہاتھ سے مارتے ہوئے۔'' ''یمین'' داہنے ہاتھ کو کہتے ہیں۔ یہ ہاتھ قوت و طاقت میں بائیں ہاتھ سے زیادہ ہوتا ہے اور اس کی ضرب بھرپور ہوتی ہے۔ گویا ابراہیم علیہ السلام پوری قوت اور بھرپور طریقے سے ان پر حملہ آور ہوئے اور انھیں پاش پاش کر دیا۔ پہلے آیت نمبر ۲۸ (سورت صافات) میں کفار کا قول اپنے سرداروں کے حوالے سے ذکر ہوا ہے:

﴿قَالُوْا إِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَأْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ۝﴾

یہاں بھی بعض نے ''الیمین'' کے معنی قوت و طاقت کے کیے ہیں۔ عربی شاعر نے کہا ہے۔

اذا ما راية رفعت لمجد
تلقاها عرابة باليمين

''جب شرف و مجد کا جھنڈا بلند کیا جاتا ہے تو عرابہ اس کا پوری قوت سے مقابلہ کرتا ہے۔''

یہاں بھی لفظ ''یمین'' سے قوت و طاقت مراد ہے۔ اور یہ اسلوب بجائے خود بتلاتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس وقت بیمار تھے نہ ہی ان

کی طبیعت مضمحل تھی۔

بعض نے کہا ہے کہ بالیمین سے مراد قسم ہے جو اُنھوں نے اس کام کو سرانجام دینے کے لیے کھائی تھی، جیسا کہ دوسرے مقام پر جناب ابراہیم علیہ السلام کا قول ان الفاظ میں نقل ہوا ہے:

﴿وَ تَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ۝﴾

[الانبیاء: ۵۷]

''اور اللہ کی قسم! میں ضرور ہی تمھارے بتوں کی خفیہ تدبیر کروں گا، اس کے بعد کہ تم پیٹھ پھیر کر چلے جاؤ۔''

قسم کو ''یمین'' کہا جاتا ہے اور یہ اس لیے کہ عرب کی عادت تھی جب دوسرے کے سامنے قسم اُٹھاتے تو اس کے داہنے ہاتھ پر اپنا دائیاں ہاتھ تھما دیتے تھے۔ یوں اس آیت کے معنی ہیں:

''پس وہ ان پر مارتے ہوئے حملہ آور ہوئے اپنی قسم کے مطابق۔''

علامہ قرطبی نے ایک دور کا احتمال یہ بھی ذکر کیا ہے کہ ''یمین'' سے مراد عدل ہے۔ ''یمین'' عدل کے اور ''یسار'' ظلم کے قائم مقام ہے۔ اسی طرح اطاعت کے لیے ''یمین'' اور مصیبت کے لیے ''یسار'' ہوتا ہے۔ عہد و میثاق دائیں ہاتھ سے ہوتا ہے۔ قیامت کے روز نیکی کا نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں اور گناہوں کا بائیں ہاتھ میں ہوگا۔ اور آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ اس عدل کے مطابق جس کا وعدہ اُنھوں نے یوم میثاق کیا، اسے یہاں پورا کیا اور اللہ کے مقابلے میں بنائے ہوئے معبودوں پر حملہ آور ہوئے۔

گر یہ تاویل سیاق کلام کے موافق نہیں۔



عبرت پذیری

مولانا عزیز زبیدی رحمہ اللہ

اسلامی تعلیمات کا ایک شعبہ ''عبرت پذیری'' بھی ہے اور اس کے لیے سب سے بڑا واعظ اور ناصح انسان کا اپنا ضمیر، وقت اور دنیا کے بدلتے ہوئے حالات ہیں۔ اگر ''تدبر فی القرآن'' کو ان سب کا جامع کہا جائے تو اس میں قطعاً مبالغہ نہ ہوگا۔

حق تعالیٰ نے اسلامی تعلیمات کے دوسرے شعبوں سے مختلف عبرت پذیری کے لیے مناظر اور محرکات کی...... جو ارزانی فرمائی ہے وہ صرف اس لیے ہے کہ جو لوگ کتابوں سے راہنمائی حاصل کرنے کا سلیقہ نہیں رکھتے یا کسی قرآن و حدیث کے عالم و عامل بابرکت ہستی کی صحبت سے کسی وجہ سے فیض یاب نہیں ہو سکتے، ان کے لیے قدرتی واعظ اور ناصح مہیا کیے جائیں تاکہ کسی طرح انسان راہ راست پر آجائے کیوں کہ حق تعالیٰ کو اپنی مخلوق حد سے زیادہ پیاری ہے اس لیے اس کی بدنصیبی اور محرومی کو دُور کرنے کے لیے اس نے انفس سے لے کر آفاق تک قدم قدم پر سبق آموز مناظر بچھا دیے ہیں اور جو لوگ اس اسٹیج پر پہنچ کر بھی عبرت حاصل کرنے کی سعادت سے محروم رہتے ہیں۔ خدا کے نزدیک یہ لوگ لاعلاج ہوتے ہیں۔ اس سلسلہ کی چند ایک آیات ملاحظہ فرمائیں:

کیا ابھی جاگنے کا وقت نہیں آیا؟

﴿ اَلَمۡ یَاۡنِ لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡ تَخۡشَعَ قُلُوۡبُهُمۡ لِذِكۡرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الۡحَقِّ وَلَا یَكُوۡنُوۡا كَالَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ مِنۡ قَبۡلُ فَطَالَ عَلَیۡهِمُ الۡاَمَدُ فَقَسَتۡ قُلُوۡبُهُمۡ ؕ وَ كَثِیۡرٌ مِّنۡهُمۡ فٰسِقُوۡنَ ۝﴾ [الحدید: ١٦]

''کیا مسلمانوں کے لیے ابھی اس کا وقت نہیں آیا کہ اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس برحق قرآن مجید کے سامنے ان کے دل جھک جائیں جو نازل ہوا اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جن کو (ان سے) پہلے کتاب دی گئی تھی۔ پھر (اسی طرح) ان پر مدت دراز گزر گئی اور (رفتہ رفتہ) ان کے دل سخت ہو گئے اور (اب ان کا یہ حال ہے کہ) ان میں اکثر نافرمان ہیں۔''

وقت اور صورتِ حال کے تیور دیکھ کر سنبھل جانا سب سے بڑی دانش مندی ہوتی ہے۔ خصوصاً آڑے وقت میں حق تعالیٰ کی یاد اور راہنمائی کی طرف توجہ دینا اور ناجائز راہوں پر پڑنے کے بجائے اپنے مولیٰ کو یاد کرنا اور اس کے آگے گڑگڑانا انسان کی سب سے بڑی سعادت مندی ہوتی ہے۔ پہلی اُمتوں کو یہ سب باتیں انبیاء علیہم السلام کی صحبت میں حاصل ہو جایا کرتی تھیں لیکن ان کے بعد ان کی حالت عموماً دگرگوں ہو جایا کرتی تھی، نہ وہ عبرت پذیری ان میں رہی اور نہ وہ آہِ سحر گاہی، نہ وہ دل اور نہ وہ یادِ الٰہی۔ نہ وہ احکامِ الٰہی کا جذبہ طاعت اور نہ وہ خشوع و خضوع۔ اس لیے فرمایا: تم بھی ان کی طرح نہ ہو جانا۔

آپ کا ماحول سب سے بڑا واعظ ہے۔

﴿وَلَقَدۡ اَهۡلَكۡنَا مَا حَوۡلَكُمۡ مِّنَ الۡقُرٰی وَصَرَّفۡنَا الۡاٰیٰتِ لَعَلَّهُمۡ یَرۡجِعُوۡنَ ۝﴾ [الاحقاف: ٢٧]

''اور ہم نے تمھارے آس پاس کی (کتنی) بستیاں ہلاک کر دیں اور ہم نے بدل بدل کر (اپنی قدرت کی) نشانیاں (بھتیری کچھ) دکھائیں کہ (کسی ڈھب سے) وہ (اپنی حرکات سے) باز آجائیں۔ (مگر اُنھوں نے ایک نہ سنی اور آخر مبتلائے عذاب ہو گئے۔)''

افتاء

یہودیہ عورت سے نکاح؟

مفتی عبیداللہ خان عفیف ﷾

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ ایک یہودیہ عورت ایک مغربی ملک سے اپنے والدین کی اجازت کے ساتھ اس لیے پاکستان آئی ہے تاکہ وہ اپنے پسندیدہ مسلمان شخص سے نکاح کر سکے، لہٰذا اِس سلسلے میں حسب ذیل سوالات کا جواب مطلوب ہے:

(۱) کیا ایک مسلم کسی یہودی عورت کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے؟

(۲) اس نکاح میں ولی کون ہوگا؟

(۳) نکاح کے بعد ان کے ولیمہ میں شرکت کا کیا حکم ہے؟

بینوا بالدلیل توجروا من عند رب الجلیل .

(تلمیذ کم المطیع: محمد بلال، لاہور)

الجواب بعون اللہ الوھاب ومنه الصدق والصواب .

(۱)...... واضح ہو کہ عقیدہ اور احکام کے اعتبار سے اسلام نے دنیا بھر کی غیر مسلم اقوام کو دو گروہوں میں تقسیم کیا ہے:

(۱) عام غیر مسلم۔ (۲) اہل کتاب۔

اہل کتاب سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ہستی کے قائل اور اس کے وجود کو تسلیم کرتے ہوں، وہ اس عقیدہ کے ساتھ ساتھ رسالت اور وحی والہام کے بھی قائل ہوں اور کسی ایسے رسول کی رسالت اور اس کی کتاب کے برحق ہونے بھی قائل ہوں جس کی تصدیق قرآن مجید میں موجود ہو اور بعث بعد الموت کا عقیدہ بھی رکھتے ہوں۔ ایسی قومیں دنیا میں دو ہی ہیں: یہودی اور عیسائی۔ یہود حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور تورات کو آسمانی کتاب مانتے ہیں اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور ان کی کتاب انجیل پر ایمان رکھتے ہیں۔ چونکہ یہ اہل کتاب ہیں، گو یہود حضرت عزیر علیہ السلام اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں۔ اس غلط عقیدے کے باوصف اللہ تعالیٰ نے ان کے ذبیحے اور ان کی عورتوں کے ساتھ نکاح جائز قرار دیا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿اَلْیَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّیِّبٰتُ وَ طَعَامُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ وَ طَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ وَ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَاۤ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسٰفِحِیْنَ وَ لَا مُتَّخِذِیْۤ اَخْدَانٍ﴾

[المائدۃ: ۵]

’’آج تم کو سب پاکیزہ چیزیں حلال ہوئیں اور کتاب والوں کا کھانا تم کو حلال ہے اور تمھارا کھانا ان کو حلال ہے اور پاک دامن مومن عورتیں اور ان لوگوں کی پاک دامن عورتیں جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی، حلال ہیں جب تم انھیں ان کے مہر دے دو اس حال میں کہ تم انھیں نکاح میں لانے والے ہو، بدکاری کرنے والے نہیں اور نہ چھپی آشنائی بنانے والے۔‘‘

مطلب یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ کی عورتوں کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے چاہے وہ اپنے دین (یہودیت اور مسیحیت پر قائم رہیں) لیکن اس شرط کے ساتھ کہ وہ پاک دامن ہوں۔ نہ کہ آوارہ منش اور آزاد قسم کی جو عزت کے ساتھ ساتھ انسان کے ایمان کو بھی تباہ کر ڈالیں۔ جمہور علماء کے نزدیک ’’المحصنات‘‘ سے یہی معنیٰ مراد ہیں۔

تنبیہ: میرے نزدیک پاکستان کے موجودہ عیسائی اہل کتاب

نہیں۔ نہ ان کا ذبیحہ جائز ہے اور نہ ان کی عورتوں کے ساتھ نکاح جائز ہے ۔ یہ تو دراصل عام کافر (چوہڑے) ہیں، اب عیسائی کہلاتے ہیں۔ اہل کتاب وہ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں موجود تھے۔ ان کی نسل سے اگر کوئی جیلاً بعد جیلٍ اور نسلاً بعد نسلٍ آج موجود ہے تو وہ اہل کتاب ہے ان کا ذبیحہ حلال اور ان کی عورتوں سے نکاح بھی جائز ہے۔

اور دوسری شرط یہ ہے وہ عورت عقیدۃً دہریہ اور ملحدہ بھی نہ ہو، گووہ نسلاً یہودی یا مسیحی ہی ہو۔ فتفکر ولا تکن من العاصرین .

(۲)...... یہ قول آپ کے وہ اپنے والدین کی اجازت سے پاکستان آئی ہے، جب وہ والد کی اجازت سے آئی ہے تو اجازت تو مل چکی، اس لیے مزید اجازت کی ضرورت نہیں۔ تاہم بہتر یہ ہے کہ سول جج (فیملی ایکٹ دفعہ ۸ کے اختیار والے) کو اپنا ولی مقرر کرسکتی ہے۔ بہ حکم ((السلطان ولي من لا ولي لها .))

(۳)...... جب نکاح جائز ہے تو ولیمہ میں شرکت سے کون سی چیز مانع! مزید یہ کہ ولیمہ کرنے والا تو مسلمان ہے اور مسلمان کے ولیمہ میں شرکت جائز ہے بہ شرط کہ رقص وسرود اور دیگر منکرات نہ ہوں۔

هذا ما عندي والله تعالى اعلم بالصواب .



تحقیق وتنقید

توسل بالاموات اور تبرک کے لیے سفر

مولانا ابوصہیب محمد داود ارشد

۱۱/اپریل ۲۰۱۴ء کو نوائے وقت کے ملی ایڈیشن میں ''جہاں پیارے نبی ﷺ نے نماز پڑھی وہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا برکت کے لیے نماز پڑھنا'' کے زیر عنوان محمد اشرف آصف جلالی صاحب کا مضمون شائع ہوا ہے۔ ڈاکٹر صاحب بریلوی مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہیں اور وہ اپنے مخصوص رویے کی وجہ سے کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ موصوف نصف مضمون کے بعد اصل موضوع سے ہٹ کر مزید دو مسئلے بھی زیر بحث لے آئے ہیں۔ علمی اُصولوں کا پاس لحاظ رکھ کر اختلافی مسائل پر لکھنا قابل قدر بات ہے کہ اس سے حق مکمل طور پر نکھر کر سامنے آجاتا ہے اور ''زحق الباطل'' کی وجہ سے ''یشف صدور قوم مؤمنین'' ہوتا ہے۔ مگر جلالی صاحب نے منصف مزاج اہل علم کے برعکس جہاں بے اُصولے پن کا مظاہرہ کیا ہے وہاں امانت ودیانت کا بھی خون کیا ہے۔ اختلاف سے قطع نظر، دینی مسائل میں تحقیق کرتے ہوئے خشیت الٰہی کا ہونا ضروری ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان صداقت کو اپناتا اور کذب سے اجتناب کرتا ہے۔

جلالی صاحب غالباً اہل توحید کو زیر کرنے کا مقصد لیے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ اور اس کے لیے وہ ہر حربہ استعمال کرنا چاہتے ہیں، چنانچہ ایسے مواقع پر وہ عموماً دیانت داری کو پس پشت ڈال دیتے ہیں اور جو جھوٹ سچ انھیں سوجھتا ہے، بلا تکلف کہہ دیتے ہیں۔ اس کا ثبوت موصوف کے مضمون کے اس اقتباس میں دیکھ لیجیے:

> ''حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے غزوہ خندق کے موقع پر مسجد ''فتح'' میں پیر، منگل اور بدھ کے روز دعا مانگی، چنانچہ بدھ کے دن دو نمازوں کے دوران آپ ﷺ کی دعا قبول کر لی گئی۔ حضرت جابر نے کہا: جب بھی مجھ پر کوئی مشکل سے مشکل مرحلہ آیا، میں نے بدھ کے دن اسی وقت دو نمازوں کے درمیان مسجد ''فتح'' میں جا کر دعا کی، ہر بار میری دعا قبول ہوئی اور مجھے قبولیت کا پتا بھی چل گیا۔ (الادب المفرد، ص: ۵۵۸ دار ابن کثیر بیروت، مسند احمد: ۵/۱۱۰۔ وفاء الوفاء: ۳/۳۹)''

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اس ترجمے میں غزوہ خندق اور سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کا مسجد ''فتح'' میں جا کر دعا کرنا بیان کیا ہے، حالانکہ متنِ روایت میں ایسا کوئی لفظ یا قرینہ نہیں جو جلالی صاحب کے بیان کردہ الفاظ کو ثابت کرتا ہو۔ یہ ان کی بد دیانتی اور متن روایت میں اپنی طرف سے اضافہ ہے۔ یہ اضافہ اُنھوں نے محض اپنے موقف اور نقطۂ نظر کو ثابت کرنے کے لیے کیا ہے، جیسا کہ اُنھوں نے مذکورہ ترجمہ کے بعد لکھا ہے:

> ''یہاں واضح طور پر پتا چلتا ہے کہ حضرت جابر مسجد نبوی، مسجد حرام، مسجد اقصیٰ کے علاوہ مسجد ''فتح'' میں حصول برکت کے لیے تشریف لے جاتے تھے، قبولیت دعا کے لیے معین وقت اور معین جگہ کا اہتمام کرتے تھے، رسول اللہ ﷺ کی برکت سے متبرک جگہ پر حاضری اپنے لیے مفید سمجھتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک جمہور اُمت اس نظریے پر قائم رہ کر توحید کی علم بردار ہے۔''

آیئے ہم آپ کے سامنے مکمل متن حدیث درج کرتے ہیں۔ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"ان النبی ﷺ دعا فی مسجد الفتح ثلاثا:

یوم الاثنین ویوم الثلاثة ویوم الاربعاء فاستجیب له یوم الاربعاء بین الصلاتین فعرف البشر فی وجهه قال جابر: فلم ینزل بي أمر مهم غلیظ إلا توخیت تلك الساعة فأدعو فیها فأعرف الاجابة. "

''نبی اکرم ﷺ نے تین روز: پیر، منگل اور بدھ کو مسلسل مسجد فتح میں دعا مانگی، بدھ کے روز دو نمازوں کے درمیان دعا قبول ہوگئی اور نبی علیہ السلام کے روئے انور پر پھیلی ہوئی بشاشت محسوس ہونے لگی۔ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد مجھے جب بھی کوئی سخت مہم پیش آئی تو میں نے اسی وقت کا انتخاب کر کے دعا مانگی تو مجھے اس میں قبولیت کے آثار نظر آئے۔''

اسے احمد (المسند :۳/۳۳۲)اور بزار(المسند :۱/۲۱۶ کشف) ''حدثنا ابو عامر عن کثیر بن زید حدثنی عبدالله بن کعب بن مالك حدثنی جابر بن عبدالله '' کی سند سے روایت کیا ہے۔ امام بزار فرماتے ہیں: ہمیں معلوم نہیں کہ یہ روایت اس سند کے علاوہ بھی کسی سند سے مروی ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس کی سند ضعیف ہے کیوں کہ سند میں موجود راوی عبداللہ جو سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں، مجہول ہیں۔ امام بخاری نے التاریخ الکبیر (۵/۱۳۳) اور امام ابن ابی حاتم نے الجرح والتعدیل (۵/ ۹۵) میں اسے ذکر کیا ہے مگر کوئی جرح یا تعدیل بیان نہیں۔ ہاں، ابن حبان نے الثقات (۷/۳) میں اسے ذکر کیا ہے۔ مگر ابن حبان مجہولین کی توثیق بیان کرنے میں معروف ہیں۔

ممکن ہے کسی کے دل میں یہ شبہ گزرے کہ امام بخاری نے الادب المفرد(۷۰۴) میں اسے ''حدثنا ابراهیم بن المنذر قال حدثنا سفیان بن حمزه قال حدثنی کثیر بن زید عن عبدالرحمان بن کعب قال سمعت جابرا '' کے طریق سے بھی روایت کیا ہے۔ اور یہ سند حسن ہے جیسا کہ علامہ البانی نے (صحیح الادب المفرد:۵۴۵ ،التعلیق الرغیب : ۲/۱۳۹) کہا ہے۔ عرض ہے کہ اس سند میں ''عبداللہ'' کا سقط ہے یا پھر سفیان بن حمزہ کا وہم ہے، کیوں کہ یہ روایت عبداللہ کے واسطے سے ہی معروف ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے'' تعجیل المنفعة ''میں صراحت کی ہے۔

اگر کہا جائے کہ سفیان کا عبدالمجید بن عبدالعزیز بن ابی رواد متابع ہے جیسا کہ امام بیہقی (شعب الایمان:۳/ ۳۹۷) نے''اخبرنا ابوعبدالله الحافظ اخبرنی عبدالله بن محمد بن حمویه نا ابی نا احمد بن حفص نا هشام بن الزبیر الشیبانی نا عبد المجید'' کے طریق سے بیان کیا ہے۔

یہ متابعت ثابت نہیں۔ ہشام بن زبیر اور محمد بن حمویہ کے تراجم دستیاب نہیں ہوئے اور عبداللہ بن محمد کو خطیب (تاریخ بغداد:۱۰/۱۰۰) نے ذکر تو کیا ہے مگر کوئی جرح یا تعدیل بیان نہیں کی۔

اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ یہ روایت ضعیف ہے۔ سرِ دست ہم اس کے ضعیف ہونے کو نظر انداز کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اپنے دعوے کو مذکورہ روایت سے ثابت کریں۔ جو یقیناً ثابت نہیں ہوسکتا کیوں کہ متن روایت میں اس کا قطعاً ذکر نہیں ہے۔

مزید برآں ڈاکٹر صاحب کی جلالی خیانت کو علی وجہ التسلیم قبول کر کے عرض کرتے ہیں کہ حدیث متواتر میں آیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''سفر نہ کیا جائے مگر تین مساجد کی طرف: مسجد حرام، مسجد نبوی، اور مسجد اقصیٰ۔'' (بخاری:۱/ ۵۸ ،مسلم:۱/ ۴۴۷)

اس حدیث مرفوع کے بالمقابل جلالی صاحب نے جو روایت وضع کی ہے وہ موقوف ہے اور اُصول یہ ہے کہ جب موقوف ومرفوع کے

درمیان اختلاف ہوتو مرفوع حدیث کولیا جاتا ہےاورموقوف کوردّ کردیا جاتا ہے۔جلالی صاحب کے مجدد مولوی احمد رضا خاں فرماتے ہیں:

''مولانا علی قاری مرقاۃ شرح مشکاۃ: کتاب الصلاۃ باب الخطبہ میں فرماتے ہیں: صحابی کا قول حجت ہے تواس کی تقلید ہمارے یہاں واجب ہے جب کہ کوئی حدیث اس کی نفی نہ کرتی ہو۔ اقول: یہ قول صحابی سے ہی خاص نہیں، اس لیے کہ ہر دلیل اپنے سے قوی تر دلیل کے باعث متروک ہوگی۔'' (حاشیہ فتاوی رضویہ:۹/ ۷۸۹)

الغرض اگر اس دکتوری خیانت کو مان بھی لیا جائے تو تب بھی بقول مولوی احمد رضا خاں صاحب ''صحاح جلیلہ مشہورہ بخاری ومسلم کے مقابل ایسی شواذ غریبہ ونوادر مجہولہ اجزائے کاملہ ذکر کرتے شرم نہ آئی۔'' (فتاوی رضویہ:۹/ ۸۷۸)

دوسری دلیل:

ڈاکٹر صاحب نے یوں نقل کی ہے:

''حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ نے، جو صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، بعد از وصال نبوی دورِ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پاک پر جا کر آپ سے مدد چاہی۔ جس کو ابن کثیر نے البدایۃ والنہایۃ جلد:۷، صفحہ نمبر:۹۷ پر روایت کیا ہے اور اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ ایسے ہی ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری شرح صحیح البخاری جلد:۲، صفحہ:۶۲۹ میں اس کا ذکر کرکے اس کی توثیق کی ہے۔''

(روزنامہ نوائے وقت:۱۱/ اپریل ۲۰۱۴)

مذکورہ عبارت اس بات کی دلیل ہے کہ ڈاکٹر محمد اشرف جلالی صاحب علوم حدیث کے مبادی سے بھی واقف نہیں۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جب یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں نے اسے روایت کیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس نے اپنی سند سے اسے روایت کیا ہے۔ مگر حافظ ابن کثیر نے قطعاً اسے اپنی سند سے تخریج نہیں کیا بلکہ امام بیہقی سے باسند نقل کیا ہے۔ حافظ ابن کثیر اور امام بیہقی کے درمیان کوئی سند نہیں ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا مذکورہ کلام بالکل اس اناڑی کی طرح ہے جو یہ کہہ دے کہ اس حدیث کو صاحبِ مشکاۃ نے روایت کیا ہے۔

الغرض اسے جلالی صاحب کے علم کا کمال کہہ لیں یا قصورِ علم سے تعبیر کرلیں، دونوں نتیجے درست ہوں گے۔ واضح رہے کہ حافظ ابن حجر نے اسے ابن ابی شیبہ سے نقل کیا ہے، اس کے الفاظ ملاحظہ کریں:

''ابو صالح نے کہا کہ مالک الدار سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے خازن طعام تھے اُنھوں نے فرمایا کہ لوگ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں قحط میں مبتلا ہوگئے تو ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ کی اُمت ہلاک ہوا چاہتی ہے، آپ اس کے لیے بارش کی دعا فرمائیں، اسے ایک آدمی نے خواب میں کہا کہ عمر کو جا کر سلام کہو اور انھیں بتاؤ کہ تمھیں بارش عطا کی جائے گی اور انھیں کہو کہ آپ پر بیدار مغزی لازم ہے، آپ پر بیدار مغزی لازم ہے (دو بار فرمایا)۔ وہ شخص سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور انھیں خبر دی تو آپ رضی اللہ عنہ رو پڑے اور کہا: اے میرے رب! جہاں تک مجھ سے ہوسکتا ہے میں کوتاہی نہیں کرتا۔''

اسے ابن ابی شیبہ (المصنف:۱۲/ ۳۱، ۳۲) ''حدثنا ابو صالح عن الاعمش عن ابی صالح عن مالك الدار'' کے طریق سے روایت کیا ہے۔ اسی سند کے ساتھ اسے بیہقی نے دلائل النبوۃ (۷/ ۴۷) میں اور ان کے طریق سے ابن عسا کر نے تاریخ دمشق (۴۷/ ۲۶۵) میں روایت کیا ہے۔

البتہ ان کے متن میں یہ تصریح ہے:

" فأتاه رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم. "

یعنی خواب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس آدمی کے پاس آئے۔

اسی روایت کو حافظ ابن کثیر نے البدایة والنهایة (۷/ ۲۰۵ طبع مکتبہ رشیدیہ) میں نقل کیا ہے۔

اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ روایت میں سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے نام کی صراحت نہیں، یہ اضافہ جلالی صاحب کی دکتوری خیانت ہے۔

ممکن ہے کہ آصف صاحب یہ جھوٹا بہانا پیش کریں کہ سیف بن عمر (مصنف فتوح الشام) کی روایت میں نام کی صراحت ہے۔ (تاریخ طبری: ۴/ ۲۲۴ طبع دارالقلم، بیروت)

تو جواباً عرض ہے کہ سیف بن عمر متروک ہے۔ آئمہ محدثین نے اس پر وضع احادیث جیسی سنگین جرح بھی کی ہے۔ (ملاحظہ فرمائیے میزان: ۲/ ۲۵۵، تہذیب الکمال: ۳/ ۳۵۳)

پھر ڈاکٹر صاحب نے جو حافظ ابن حجر اور ابن کثیر سے سند کا صحیح ہونا نقل کیا ہے، اس کی وضاحت کچھ یوں ہے کہ مذکورہ بالا سند، جسے ہم اوپر نقل کر چکے ہیں، اس میں مالک الدار مجہول ہے۔ کتب رجال سے باحوالہ اس کی توثیق درکار ہے، جو ممکن نہیں۔ دراصل حافظ ابن حجر اور ابن کثیر نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے تو اس سے مراد مالک الدار تک کی سند ہے، واللہ اعلم۔

گو مالک الدار تک سند کے تمام راوی ثقہ ہیں مگر اعمش، جو سلیمان بن مہران ہیں، مدلس ہیں جس کی صراحت خود حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تقریب اور طبقات المدلسین میں کی ہے۔ اور یہاں پر اعمش نے ابی صالح سے سماع کی صراحت نہیں کی بلکہ یہ روایت معنعن ہے۔

حافظ ابن حجر ایک روایت کی تحقیق میں فرماتے ہیں:

"وعندی ان الاسناد الحدیث الذی صححه ابن القطان معلول لانه لا یلزم من کون رجاله ثقات ان یکون صحیحا لان الاعمش مدلس ولم یذکر سماعه من عطاء."

(التلخیص الحبیر: ۳/ ۴۸)

"جس حدیث کو حافظ ابن قطان نے صحیح کہا ہے وہ میرے نزدیک معلول ہے اس لیے کہ راویوں کے ثقہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ روایت صحیح ہے کیوں کہ اعمش مدلس ہے اور اُنھوں نے یہاں عطاء سے سماع کی صراحت نہیں کی۔"

اور مدلس راوی جب تک سماع کی صراحت نہ کرے اس کی روایت ضعیف ہوتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے مجدد مولوی احمد رضا خاں فرماتے ہیں:

"اس (حدیث) کا مدار ابن ابی نجیح پر ہے، وہ مدلس تھا اور یہاں میں عنعنہ کیا [1] اور عنعنۂ مدلس جمہور محدثین کے مذہب مختار و معتمد میں مردود و نامستند ہے۔"

(فتاویٰ رضویہ: ۵/ ۲۴۵)

اس سے ثابت ہوا کہ مالک الدار والی روایت دو وجہ سے مردود ہے: (۱) مالک الدار مجہول ہے۔ (۲) اعمش مدلس ہے اور یہاں انھوں نے سماع کی صراحت نہیں کی۔

اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ یہ روایت منکر ہے۔ کیوں کہ جناب عمر رضی اللہ عنہ کا جناب عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلے (دعا) سے بارش طلب کرنا صحیح بخاری (رقم: ۱۰۱۰) سے ثابت ہے۔ اس صحیح حدیث کے بالمقابل موصوف کی پیش کردہ روایت کی اہمیت کیا رہ جاتی ہے؟ آپ کے مجدد مولوی احمد رضا خاں فرماتے ہیں:

۞ ......"احادیث صحاح مرفوعہ محکمہ کے مقابل بعض ضعیف قصے یا محتمل واقعے یا متشابہ پیش نہیں ہوسکتے۔ ہر عاقل جانتا ہے کہ صحیح کے سامنے ضعیف، متعین کے آگے محتمل، محکم کے

[1] خاں صاحب کی اس تحقیق پر تعجب ہوتا ہے کہ اُنھوں نے جناب ابن عمر رضی اللہ عنہما کی، سفر میں دو نمازوں کو جمع کرنے کی مرفوع حدیث کو بہ وجہ تدلیس ابن ابی نجیح ضعیف کہہ دیا ہے، حالانکہ مسند حمیدی (۶۸۰) میں سماع کی صراحت ہے۔ ابوصہیب

حضور متشابہ واجب الترک ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ:۲۴/۱۱۵)

❁......''بعض جہال بدمست یا نیم ملا ہوس پرست یا جھوٹے صوفی بادبدمست کہ احادیث صحیحہ مرفوعہ محکمہ کے مقابل بعض ضعیف قصے یا محتمل واقعے یا متشابہ کلمے پیش کرتے ہیں۔ انھیں اتنی عقل نہیں یا قصداً بے عقل بنتے ہیں کہ صحیح کے سامنے ضعیف، متعین کے آگے محتمل، محکم کے حضور متشابہ واجب الترک ہے۔'' (فتاوی رضویہ:۲۴/۱۵۰)

تیسری دلیل:

جلالی صاحب یہ بیان کرتے ہیں:

''حضرت محمد بن منکدر جوتابعی ہیں اور حضرت امام مالک رحمہ اللہ اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ ایسی شخصیات کے استاد ہیں، اُنھوں نے رسول اللہ ﷺ کے روضہ پاک کے بارے میں کہا: مجھ پر جب مصیبت آتی ہے تو میں رسول اللہ ﷺ کی قبر سے استعانت کرتا ہوں۔ (سیر اعلام النبلاء :۶/۱۵۹)'' (روزنامہ نوائے وقت:۱۱/اپریل ۲۰۱۴)

امام محمد بن منکدر سے یہ روایت اسماعیل بن یعقوب تیمی نے نقل کی ہے جس کے متعلق امام ابوحاتم فرماتے ہیں: یہ ضعیف ہے۔

(الجرح والتعدیل:۲/۲۰۵)

لہٰذا یہ روایت بھی ضعیف ہے۔

جلالی صاحب غور کریں:

پوری بحث کا نتیجہ یہ نکلا کہ تینوں روایات ضعیف ہیں۔ ایک تابعی کا عمل اور دو موقوفات صحابہ ہیں۔ موقوفات صحابہ میں ڈاکٹر صاحب نے اپنی طرف سے اضافہ کیا ہے، ان کے استدلال اور خیانت کو الگ کر کے ذرا ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ ڈاکٹر صاحب جس مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہیں ان کے ہاں، قرآن، سنت، اجماع اُمت اور قیاس شرعی کے نام سے ادلہ اربعہ اُصول ہیں۔ بتایا جائے کہ مذکورہ دلائل کی حیثیت ان چاروں میں سے کس میں شمار ہوتی ہے؟ کسی ایک میں بھی نہیں۔ جلالی صاحب تقلیدی دعوے کے باوجود ان سے استدلال کرتے ہیں اور ان مخدوش الاسناد روایات کے بل بوتے پر وہ قرآن کی نصوص اور احادیث صحیحہ کے مضبوط و مستحکم قلعہ کو گرانے کی سعی لا حاصل کر رہے ہیں۔ حالانکہ ضعیف روایات دلیل نہیں ہوا کرتیں۔

آپ کے مجدد مولوی احمد رضا خاں فرماتے ہیں:

❁......''امام بیہقی نے اس کے ضعیف ہونے کی تصریح کردی ہے تو یہ روایت دلیل نہیں بن سکتی۔''

(فتاوی رضویہ:۸/۱۶۱)

❁......''اس حدیث کی سب سندیں ضعیف ہیں اور دربارہ احکام اصلاً حجت نہیں۔'' (فتاوی رضویہ:۹/۳۵۷)

جلالی صاحب ان ضعیف روایات کو دلیل بنا کر توسل بالاموات اور قبر پرستی جیسے عقائد ثابت کرنا چاہتے ہیں حالانکہ ان کے ہاں ایسی حدیث نبوی جو سنداً صحیح ہو مگر خبر احاد ہو، اس سے بھی عقیدہ ثابت نہیں ہوتا۔ بریلویت کے مجدد مولوی احمد رضا خاں فرماتے ہیں:

❁......"فان الاحاد لا تفید الاعتماد فی باب الاعتقاد ولو فرضت فی اصح الکتب باصح الاسناد." (فتاوی رضویه: ۲۹/ ۱۷۹)

''خبر احاد خواہ اصح الکتب میں صحیح ترین سند سے ہو، اعتقاد کے باب میں اعتماد کے لیے مفید نہیں ہے۔''

❁......''عقائد میں حدیث احاد اگرچہ صحیح ہو، کافی نہیں۔ یہ اُصول عقائد اسلامیہ ہیں جن میں خاص یقین درکار ہے۔ علامہ تفتازانی رحمہ اللہ شرح عقائد نسفی میں فرماتے ہیں: حدیث احاد اگرچہ تمام شرائط صحت کی جامع ہو، ظن ہی کا فائدہ دیتی ہے اور معاملہ اعتقاد میں ظنیات کا کچھ اعتبار نہیں۔'' (فتاوی رضویہ:۵/۴۷۷)

نبوت و رسالت

معجزات نبوی ﷺ

ضیاء اللہ فیضی

معجزہ اس خرق عادت چیز کو کہتے ہیں جو اللہ تعالی کی طرف سے انبیاء کرام کی تصدیق کے لیے صادر ہو۔رسول اللہ ﷺ کی پوری زندگی ایک معجزہ تھی آپ ﷺ کی زندگی کا ہر لمحہ محیرالعقول تھا۔ آپ ﷺ کی مکملسیرت پاک، عفت وعصمت،صبرو استقامت، عبادت و ریاضت، دعوت وتبلیغ ، فتح و کامیابی، عملی نمونہ ، جامع نظام زندگی، یہ سب آپ ﷺ کی صداقت وحقانیت کے دلائل ہیں۔

آپ ﷺ کے روز مرہ معمولات میں ایسے بے شمار باتیں مشاہدے میں آتی تھی جنھیں دیکھ کر مومنوں کے ایمان بڑھ جاتے اور شک کے وادیوں میں بھٹکنے والے صراط مستقیم پا جاتے۔ یہ سارے چھوٹے بڑے واقعات آپ ﷺ کی زندگے میں تواتر کے ساتھ پیش آئے جنھیں پڑھ کر آج بھی ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔ چندایک کا تذکرہ ذیل میں ملاحظہ فرمائیے۔

ا۔درخت کا چلنا:

امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت ذکر فرمائی ہے، جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

”ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر کے لیے روانہ ہوئے۔ چلتے چلتے ہم ایک وسیع وادی میں پہنچے ۔ رسول اللہ ﷺ قضائے حاجت کے لیے نکلے۔میں پانی کا برتن لے کر آپ ﷺ کے پیچھے چل پڑا رسول اللہ ﷺ نے نظر دوڑائی لیکن کہیں کوئی چیز آڑ کے قابل نظر نہیں آئی وہیں وادی کے کنارے پر دو درخت نظر آئے رسول اللہ دونوں میں سے ایک کے طرف گئے اس کی کچھ شاخوں کو پکڑا اور کہا: اللہ کے حکم سے میری فرماں برداری کر (یعنی میرے ساتھ چل) تو وہ آپ ﷺ کے ساتھ ایسا چل پڑا جیسے نکیل والا اونٹ اپنے مالک کے ساتھ چلتا ہے دوسرے درخت کے پاس بھی آپ ﷺ گئے اور اس کی شاخوں کو پکڑ کر کہا اللہ کے حکم سے میرے ساتھ چل تو وہ بھی اسی طرح چل پڑا اور جب دونوں درختوں کے درمیان فاصلہ ختم ہو گیا تو دونوں مل کر ایک ہو گئے ، پھر فرمایا: دونوں اللہ کے حکم سے مل کر مجھے اپنی آڑ میں لےلو تو دونوں نے مل کر آپ ﷺ کو آڑ میں لے لیا۔ اور میں اس خوف سے نکلا کہ کہیں رسول اللہ ﷺ کو میری قربت کا احساس نہ ہو اس لیے میں دور ہو کر بیٹھ گیا اور اپنے جی میں سوچنے لگا۔ ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سامنے سے آتے دیکھا اور وہ دونوں درخت علیحدہ علیحدہ ہو کر اپنی اپنی جگہوں پر جا کر کھڑے ہو گئے۔“(صحیح مسلم،حدیث نمبر:۳۰۱۲)

۲۔مدفون مال کی خبر:

قریش نے جنگ بدر کے بعد رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنے قیدیوں کو چھڑانے کے لیے نمائندہ بھیجا تو ہر قبیلے نے اپنے اپنے قیدیوں کو جس طرح ہو سکا فدیہ دے کر چھڑا لیا۔عباس رضی اللہ عنہ بھی قیدی تھے۔انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ !میں تو مسلمان تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کو آپ کے اسلام کے بارے میں زیادہ علم ہے۔اگر آپ واقعی مسلمان تھے جیسا کہ آپ کہتے ہیں تو اللہ آپ کو بدلہ دے گا۔ لیکن ظاہری صورت آپ کی یہ ہے کہ آپ ہمارے مقابلے میں تھے اس لیے آپ اپنی اور اپنے دونوں بھتیجوں کی جان کا فدیہ دیجیے۔عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ تو میرے پاس نہیں ہے۔آپ ﷺ

نے فرمایا: وہ مال کہاں ہے جسے آپ نے اور ام فضل نے دفن کیا تھا اور آپ نے ام فضل سے کہا تھا کہ اگر مجھے اس سفر میں کچھ ہو جائے (یعنی میں واپس نہ آسکوں) تو یہ مال جسے میں نے دفن کیا ہے فضل اور عبد اللہ اور قُثَم کا اتنا اتنا ہے۔ عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: قسم اللہ کی اے اللہ کے رسول ﷺ! اب یقیناً میں نے جان لیا کہ آپ اللہ کے رسول ﷺ ہیں اس لیے کہ یہ ایسی بات ہے جس کا علم میرے اور ام فضل کے علاوہ کسی کو نہیں تھا۔ (مسند أحمد: ٥/ ٣٣٤، ٣٣٥ حسنه الشيخ شعيب الأرنؤوط)

۳۔ اہل خندق کے لیے کھانے میں برکت:

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: جب خندق کھودی جا رہی تھی میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ بھوک سے بیتاب ہیں میں اپنی بیوی کے پاس گیا اور اس سے پوچھا: تمھارے پاس کچھ ہے؟ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سخت بھوک کی حالت میں دیکھا ہے۔ بیوی نے ایک تھیلا میری طرف بڑھا دیا اس میں تھوڑے سے جَو تھے اور ہمارے پاس ایک بکری کا بچہ تھا۔ میں نے اسے ذبح کیا اور بیوی نے بھی جَو پیس لیے۔ میں نے گوشت بنا کر ایک ہنڈیا میں ڈال دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور چپکے سے انھیں کہا: ہم نے تھوڑا سا کھانا آپ کے لیے تیار کیا ہے، آپ ﷺ اپنے ساتھ ایک دو افراد کو لے آیئے۔ نبی ﷺ نے بہ آواز بلند فرمایا: خندق والو! جابر رضی اللہ عنہ نے تمھارے لیے کھانے کا انتظام کیا ہے۔ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: دیکھو جب تک میں نہ آ جاؤں تب تک ہنڈیا چولہے سے نہ اتارنا اور نہ ہی روٹی تیار کروانا۔ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کے ہم راہ تشریف لائے، میری بیوی نے گندھا ہوا آٹا رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کر دیا۔ آپ ﷺ نے اس پر اپنا لعاب اس میں ملایا اور برکت کی دعا کی اور میری بیوی سے فرمایا: اپنے ساتھ ایک اور پکانے والی کو بلا لو تا کہ وہ روٹی پکائے اور تم ہنڈیا میں سے نکال نکال کر دیتی جاؤ لیکن ہنڈیا کو ہرگز نیچے نہ اتارنا۔ تقریباً ہزار کے قریب افراد تھے۔ میں اللہ کی قسم کھا کے کہتا ہوں سب نے سیر ہو کر کھایا مگر کھانا پھر بھی بچ گیا۔ لوگ واپس چلے گئے اور ہمارے ہنڈیا اسی طرح بھری کی بھری رہی جیسے پہلے تھی اور گندھا ہوا آٹا اسی طرح پکتا رہا جیسے پہلے تھا۔
(صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۴۱۰۱)

۴۔ انگلیوں کے درمیان سے پانی کا جاری ہونا:

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ لوگ حدیبیہ کے دن پیاسے تھے۔ اور نبی ﷺ کے پاس ایک چھاگل تھی آپ ﷺ وضو فرما رہے تھے لوگ آپ ﷺ کی طرف چل پڑے آپ ﷺ نے پوچھا کیا بات ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ہمارے پاس پانی نہیں ہے کہ ہم وضو کر سکیں اور پی سکیں۔ سوائے اس پانی کے جو آپ ﷺ کے برتن میں موجود ہے۔ جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر نبی ﷺ نے اپنا ہاتھ اس برتن میں رکھا اور پانی آپ ﷺ کی انگلیوں کے درمیان سے چشمے کی طرح پھوٹ پھوٹ کر ابلنے لگا۔ ہم سب نے پیاس بھی بجھائی اور وضو بھی کیا۔ سالم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ کتنے لوگ تھے؟ انھوں نے کہا: ہم اگر ایک لاکھ بھی ہوتے تو ہمارے لیے وہ پانی کافی ہوتا، ہماری تعداد کل ڈیڑھ ہزار اتھی۔
(صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۴۱۵۲)

۵۔ کھجور کے تنے کا سسک سسک کر رونا:

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ جمعہ کے دن خطبہ کے لیے ایک درخت (کے تنے) کے پاس کھڑے ہوتے، یا (بیان کیا کہ) کھجور کے درخت کے پاس۔ پھر ایک انصاری عورت نے یا کسی صحابی نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیوں نہ ہم آپ ﷺ کے لیے ایک منبر تیار کر لیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تمھارا جی چاہے تو کر دو۔ چنانچہ انھوں نے آپ ﷺ کے لیے ایک منبر تیار کر دیا۔ جب جمعہ کا دن ہوا تو آپ ﷺ اس منبر پر تشریف لے گئے۔ اس پر اس کھجور کے تنے سے بچے کی طرح رونے کی آواز آنے لگی۔ نبی ﷺ منبر سے اترے اور اسے اپنے گلے سے لگا لیا۔ جیسے بچوں کو چپ کرایا

جاتا ہے، نبی ﷺ نے بھی اسی طرح اسے چپ کرایا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تنا اس لیے رو رہا تھا کہ وہ اللہ کے اس ذکر کو سنا کرتا تھا جو اس کے قریب ہوتا تھا اب وہ اس سے محروم ہوگیا اس لیے کہ میں اس سے دور ہوگیا۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر:٣٥٨٤)

٦۔شق قمر:

آپ ﷺ کا ایک معجزہ شق قمر (چاند کا دولخت ہونا) بھی ہے۔ یہ معجزہ اہل مکہ کے مطالبے پر دکھایا گیا تھا۔عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے زمانے میں چاند دو ٹکڑے ہوگیا، ایک ٹکڑا پہاڑ کے اوپر اور دوسرا اُس کے پیچھے چلا گیا تھا۔ نبی ﷺ نے اس موقع پر ہم سے فرمایا تھا کہ گواہ رہنا۔
(صحیح بخاری، حدیث نمبر:٤٨٦٤)

٧۔فوراً شفایابی:

براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ابورافع یہودی (کے قتل) کے لیے چند انصاری صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھیجا اور عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر بنایا۔ابورافع نبی ﷺ کو تکلیف پہنچایا کرتا تھا اور آپ ﷺ کی دشمنوں کی مدد کیا کرتا تھا۔حجاز میں اس کا قلعہ بھی تھا اور وہ وہیں رہا کرتا تھا۔

عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مجھے محسوس ہوا کہ میں نے اسے قتل کر دیا ہے تو میں نے دروازے ایک ایک کر کے کھولنا شروع کیے اور آخر میں ایک سیڑھی پر پہنچا۔ میں نے یہ سمجھا کہ میں زمین تک پہنچ چکا ہوں (لیکن میں ابھی پہنچا نہیں تھا)۔ میں نے اس پر پاؤں رکھا تو (توازن قائم نہ رکھ سکنے کی وجہ سے) نیچے گر گیا اور میری پنڈلی ٹوٹ گئی۔ میں نے اسے عمامے کے کپڑے سے باندھ لیا اور آکر دروازے پر بیٹھ گیا۔

قتل تو میں کر چکا تھا لیکن مکمل یقین نہیں تھا اس لیے میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں یہاں سے اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک یہ معلوم نہ کرلوں کہ آیا میں اسے قتل کر چکا ہوں یا نہیں؟ جب مرغ نے اذان دی تو اسی وقت قلعہ کی فصیل پر ایک پکارنے والے نے کھڑے ہوکر پکارا کہ میں اہل حجاز کے تاجر ابو رافع کی موت کا اعلان کرتا ہوں۔ میں اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ چلنے کی جلدی کرو، اللہ نے ابورافع کو قتل کرادیا۔ چنانچہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ کو اس کی اطلاع دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنا پاؤں پھیلا۔ میں نے پاؤں پھیلایا تو آپ ﷺ نے اس پر اپنا دست مبارک پھیرا تو میں ایسے تندرست ہوگیا جیسے مجھے کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر:٤٠٣٩)

انھی معجزات کی وجہ سے بعض لوگوں میں یہ غلط فہمی اور بدعقیدگی پائی جاتی ہے کہ (نعوذ باللہ) انبیائے کرام علیہم السلام جب چاہیں اور جس وقت چاہیں اور جو چاہیں کرسکتے ہیں، یعنی انبیائے کرام علیہم السلام کائنات کے تصرف پر قادر ہیں۔ جب کہ قرآن مجید نے اس عقیدے کی شدت سے تردید کی ہے اور اصرار کے ساتھ اس امر کو واضح کیا ہے کہ معجزہ نبی کا فعل نہیں ہوتا، البتہ اس کا صدور نبی کے ہاتھوں ہوتا ہے:

﴿وَ قَالُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾

[الانعام:٣٧]

''اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ ان پر ان کے رب کی طرف سے کوئی معجزہ کیوں نہیں نازل کیا گیا، آپ کہہ دیجیے کہ معجزہ اتارنے پر تو اللہ ہی قادر ہے لیکن ان میں اکثر نادان ہیں۔''

اور اسی طرح اللہ نے سورۃ المؤمن اور سورت رعد میں اس مسئلے کو بالکل واضح طور پر بیان کردیا ہے جس میں کسی قسم کی شک کی گنجائش باقی رہ نہیں سکتی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ﴾

[المؤمن:٧٨]

''اور کسی رسول میں یہ طاقت نہ تھی کہ اللہ کے حکم کے بغیر کوئی

معجزہ لا دکھاتا۔''

یعنی معجزات کا صدور رسولوں کے اختیار میں نہیں کہ جب ان سے مطالبہ کیا جائے تو وہ اسے صادر کر کے دکھادیں بلکہ یہ کلیتاً اللہ کے اختیار میں ہے وہ اپنی حکمت ومشیت کے مطابق فیصلہ کرتا ہے کہ معجزے کی ضرورت ہے یا نہیں؟

مذکورہ بالا آیات سے ان لوگوں کی بھی تردید ہو جاتی ہے جو اولیاء کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ یہ اہل اللہ ہیں، جب چاہیں جہاں چاہیں اور جیسے چاہیں کرامات کا ظہور کر سکتے ہیں۔ جب انبیاء کو اللہ نے یہ اختیار نہیں دیا جن کو اپنی صداقت کے ثبوت کے لیے اس کی ضرورت بھی تھی تو کسی ولی کو یہ اختیار کیوں کر حاصل ہو سکتا ہے؟ ایسے دعوے سراسر قرآن وحدیث سے دوری اور عقیدت کے جوش میں عقیدے کا ہوش نہ رکھنے کی دلیل تو ہو سکتے ہیں، اسلام کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اللہ سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔



بقيه: امر بالمعروف ونهي عن المنكر

کیا ہے۔ تو نیکی میں تمام قسم کی قولی اور فعلی اطاعت کے کام داخل ہیں اور بدی میں ہر قسم کی قولی اور فعلی نافرمانیاں شامل ہیں۔

یہ بھی یاد رہے کہ ہر مسلمان اپنے ماتحت افراد پر نگران اور محافظ ہے، ماتحت اس کی رعیت ہیں اور اس سے اُس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا؛ جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے، ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((ألا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ ، فَالْإِمَامُ الذى على الناس رَاعٍ وَهو مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ علـى أَهْلِ بَيْتِهٖ وَهو مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ على أهل بَيْتِ زَوْجِهَا وَلده وهى مَسْئُوْلَةٌ عَنْهم ، وعبد الرجل رَاعٍ على مَالِ سَيِّدِهٖ وَهو مَسْئُوْلٌ عَنْه أَلَا فَكُلُّكُم رَاعٍ وَ كلكم مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ .))(صحيح بخاري، رقم:۷۱۳۸)

''خبردار تم میں سے ہر ایک نگران (محافظ) ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ سو امام (حاکم) جو لوگوں پر راعی (نگران) ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا اور مرد اپنے گھر والوں پر راعی ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں دریافت کیا جائے گا اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں پر نگران ہے اور اس سے ان کے بارے میں پوچھ ہوگی اور آدمی کا غلام اپنے آقا کے مال پر محافظ ہے اور اُس سے اس کے متعلق پوچھا جائے گا۔ آگاہ رہو! تم میں سے ہر ایک راعی ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے متعلق پوچھا جائے گا۔''

اللہ سے دُعا ہے کہ وہ ہم سب کو سیدھے راستے کی ہدایت نصیب فرمائے اور ہمیں اور باقی تمام مسلمانوں کو اس بات کی توفیق عطا فرمائے کہ ہم صدق و اِخلاص سے اس کے احکامات پر چلیں، اس کے دین پر ثابت قدم رہیں، ایک دوسرے کو نیکی کا حکم دیں، برائی سے روکیں، حق کی تلقین کریں اور اس پر استقامت اختیار کریں، بے شک اللہ یہ سب کچھ کر سکتا ہے اور اس پر قدرت رکھتا ہے۔

وصلى الله وسلم على عبده ورسوله نبينامحمد وصحبه ومن اهتدى بهداه .



نقد و نظر

''علمائے اہل حدیث کا ذوق تصوف'' پر ایک نظر

ڈاکٹر حافظ محمد زبیر

کچھ عرصہ پہلے جامعہ بیت العتیق کے ایک استاد نے ذکر کیا کہ ''علمائے اہل حدیث کا ذوق تصوف'' کے نام سے حکیم محمد طارق محمود مجذوبی چغتائی صاحب کی ایک کتاب آئی ہے جو پڑھنے کے لائق ہے۔ مجھے چونکہ لڑکپن ہی سے تصوف اوراس کے متعلقات کے مطالعہ کا کافی شوق رہا ہے، لہٰذا فوراً یہ کتاب منگوالی۔ کتاب ۱۲۵۰ روپے میں ملی۔ اس کے ناشر کے طور پر ''دفتر مرکز روحانیت وامن، مزنگ چونگی، لاہور'' کا نام درج ہے اور میری معلومات کے مطابق کتاب صرف یہیں سے ملتی ہے۔ یہ ایک ضخیم کتاب ہے اوراس کی پہلی جلد اگست ۲۰۱۳ء میں شائع ہوئی جو ۲۳۶۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ مصنف دوسری جلد بھی تیار کررہے ہیں۔ اس کتاب کو ایک انسائیکلوپیڈیا قرار دیا جارہا ہے۔

کتاب تو بڑے شوق سے منگوائی تھی اور مطالعہ سے پہلے کتاب کی ضخامت دیکھتے ہوئے یہی خیال تھا کہ جس نے بھی یہ کام کیا ہے، بہت ہی عظیم کام کیا ہے کہ تزکیہ واحسان کی ضرورت ہر ایک کو ہوتی ہے۔ لیکن جوں جوں کتاب کا مطالعہ کیا، دردِ سر بڑھتا ہی گیا اور طبیعت میں ایک عجیب بے چینی پیدا ہوگئی۔ لہٰذا نہ چاہتے ہوئے بھی تبصرہ لکھنے بیٹھ گیا اور احساس یہ تھا کہ اس کتاب پر تبصرہ نہ کرنا، ایک شرعی ذمہ داری کو ترک کردینا ہے۔

امر واقعہ یہ ہے کہ ذوق تصوف کے نام پر اہل حدیث کے کھاتے میں وہ رطب ویابس ڈال دیا گیا ہے کہ اللہ کی پناہ! کتاب کا ایک بڑا حصہ اسکین شدہ کتابوں پر مشتمل ہے۔ صفحہ نمبر ۱۳۱۷ سے ۱۴۵۶ تک تقریباً ۱۴۰ صفحات میں نواب صدیق الحسن خان صاحب کی کتاب ''کتاب التعویذات'' اسکین کرکے دی گئی ہے۔ مرتب نے صرف اسی پر بس نہیں کیا بلکہ اسی کتاب کا نیا ایڈیشن بھی اسکین کرکے فوراً بعد ہی صفحہ ۱۴۵۷ سے ۱۵۸۵ تک دے دیا ہے۔ اب یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے کہ ایسا کیوں کیا گیا ہے؟ ایک ہی کتاب کے دو ایڈیشن کس لیے؟ اپنی کتاب کے صفحات بڑھانے کے لیے؟ اور پھر اہم سوال تو یہ ہے کہ تعویذات کا تصوف سے کیا تعلق؟ معلوم ہوتا ہے کہ مرتب تصوف کے معنیٰ ومفہوم سے بھی ناواقف ہیں۔ متقدمین سے لے کر متاخرین تک کس نے تعویذات کو تصوف کا موضوع قرار دیا ہے؟ تصوف کا یہ معنیٰ ومفہوم تو خود اہل تصوف کے ہاں نہیں ہے چہ جائیکہ اہل الحدیث کے ہاں ہو۔

تصوف کے موضوعات عام طور پر دو رہے ہیں: نظری اور عملی تصوف۔ نظری تصوف میں وحدت الوجود اور وحدت الشہود وغیرہ بیان کیا جاتا رہا ہے اور یہ بھی متاخرین کے ہاں ہیں۔ متقدمین کو اس سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ جہاں تک عملی تصوف کا تعلق ہے تو اس کے دو بڑے موضوع رہے ہیں: ایک اعمال قلوب اور دوسرا اخلاق ورذائل نفس۔

نواب صاحب کی اس کتاب میں ختم قادری، ختم خواجگاں اور ختم حضرت مجدد شیخ احمد سرہندی جیسے بے شمار عناوین ہیں کہ جن کے غیر شرعی ہونے کے بارے اہل الحدیث کا اتفاق ہے، مثلاً نواب صاحب کی اسکین شدہ کتاب کا ایک اقتباس ذیل میں ملاحظہ ہو:

''طریق ختم خواجگان رضی اللہ عنہم: یہ ختم جس نیت وقصد سے پڑھا جاتا ہے وہی مقصد حاصل ہوتا ہے۔ طریقہ اس کا یہ ہے کہ پہلے ہاتھ اٹھا کر ایک بار سورہ فاتحہ پڑھے۔ پھر سورہ فاتحہ مع بسم اللہ سات مرتبہ پڑھے۔ پھر درود سو بار پھر الم

نشرح مع بسم اللہ ہفتادونہ بار۔ پھر سورہ اخلاص با بسم اللہ ہزار و یک بار۔ پھر سورہ فاتحہ با بسم اللہ سات بار۔ پھر درود سوبار۔ پھر فاتحہ پڑھ کر ثواب اس ختم کا ارواح حضرات کو جن کی طرف یہ ختم منسوب ہے، پیش کرے۔ ان بزرگوں کی تعیین نام میں اختلاف ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ سے حصول مدعا بوسیلہ ان بزرگوں کے چاہے۔'' (ص:۱۵۴۵)

کیا اہل حدیث کے ذوق تصوف کے نام سے ایسی باتیں جمع کر کے کوئی خیر مقصود ہو سکتی ہے؟ شیعہ رہنما خمینی سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے علامہ احسان الٰہی ظہیر کی کتاب "الشیـــعة وأهـــل البیـت" پڑھی ہے تو انھوں نے جواب دیا: ہاں! سائل نے کہا کہ اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ خمینی نے جواب دیا: شر اہل تشیع کی کتابوں میں بکھرا ہوا تھا جسے احسان الٰہی ظہیر نے جمع کر دیا جس سے اہل تشیع کی بہت بری تصویر سامنے آئی ہے۔

اس کے بعد صفحہ ۱۵۸۶ سے ۱۷۰۵ تک تقریباً ۱۲۰ صفحات میں شاہ ولی اللہ دہلوی کی کتاب ''القول الجمیل'' کا اسکین شدہ اردو ترجمہ دیا ہے۔ اس کتاب کا ایک اقتباس ذیل میں ملاحظہ ہو:

''اور مشائخ چشتیہ نے فرمایا کہ جب قبرستان میں داخل ہو تو سورت إنـــا فتـحنـا دو رکعت میں پڑھے۔ پھر میت کے سامنے ہو کر کعبہ کی طرف پشت دے کر بیٹھے۔ پھر سورت ملک پڑھے اور اللہ اکبر اور لا إلہ إلا اللہ کہے۔ اور گیارہ بار سورت فاتحہ پڑھے۔ پھر میت سے قریب ہو جاوے۔ پھر کہے: یارب یا رب اکیس بار۔ پھر کہے یا روح اور اس کو آسمان میں ضرب کرے اور یا روح الروح کی دل میں ضرب لگائے یہاں تک کہ کشائش اور نور پاوے۔ پھر منتظر رہے اس کا جس کا فیضان صاحب قبر سے ہو سکے دل پر۔''
(ص ۱۶۳۰)

اب کون اہل حدیث قبر سے فیض حاصل کرنے کا قائل ہے؟ اسی طرح صفحہ ۱۷۰۶ سے ۱۸۵۲ تک شاہ ولی اللہ دہلوی کی کتاب ''الانتباہ'' کا اسکین شدہ ترجمہ اور صفحہ ۱۸۵۳ سے ۱۹۵۶ تک شاہ صاحب کی کتاب ''فیوض الحرمین'' کا اسکین شدہ ترجمہ شامل کتاب کیا گیا ہے۔ فیوض الحرمین تو شاہ صاحب کے ذاتی مشاہدات ہیں جن کا اہل حدیث کے ذوق تصوف سے کیا تعلق؟

اسی طرح صفحہ ۱۹۵۷ سے ۱۹۸۷ تک میں شاہ صاحب کی کتاب ''فیصلہ وحدۃ الوجود والشہود'' کا اسکین شدہ ترجمہ دیا گیا ہے۔ شاہ صاحب کی اس کتاب کے ترجمے کا اس لحاظ سے مطالعہ تو مفید ہے کہ شاہ صاحب کا وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے بارے کیا موقف ہے، وہ سامنے آجاتا ہے لیکن اس کتاب کو ''علمائے اہل حدیث کے ذوق تصوف'' کے نام سے بیان کرنا اہل الحدیث کے ساتھ بہت بڑی زیادتی ہے کہ ان کے کھاتے میں ایک ایسا عقیدہ ڈال دیا گیا کہ جس پر کم از کم فتویٰ ان کے ہاں بدعت اور گمراہی کا ہے۔

صفحہ ۱۹۸۹ سے ۲۰۵۳ تک مولوی غلام رسول صاحب کی کتاب ''خوارق'' کی اسکینگ دی گئی ہے جس میں انھوں نے زیادہ تر اپنے حضرت جی کی کرامات بیان کی ہیں۔ صفحہ ۲۲۲۶ سے ۲۲۸۱ تک کمال الدین کمال سلار پوری کی کتاب ''میرے روحانی تجربات ومشاہدات'' کی اسکینگ دی گئی ہے۔ اس کتاب کے عناوین میں ''کلمہ شریف کا تعویذ'' اور ''عمل سورت جن'' اور ''سورت فاتحہ کا عمل'' اور ''جنات کی حاضری کا عمل'' وغیرہ شامل ہیں۔ جنات کی حاضری یا عاملوں کی چلہ کشی کا تصوف سے کیا تعلق؟ تصوف کی ایسی جامع تعریف تو اہل تصوف کے ہاں بھی نہیں ملتی؟

کتاب کا ایک بڑا حصہ کرامات اہل حدیث پر بھی مشتمل ہے۔ یہ بھی تصوف کا اصل موضوع نہیں ہے۔ تصوف کا اصل موضوع افعال قلوب اور اخلاق ورذائل نفس ہیں، جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں۔

پیش نظر کتاب کے موضوع کی اہمیت سے انکار نہیں ہے لیکن جو

منہج زیر تبصرہ کتاب میں پیش کیا گیا ہے، وہ اصلاح نفس کا سلفی تصور یا منہج نہیں ہے۔ اور عقیدہ ومنہج، سلفی فکر کے دو ایسے ستون ہیں کہ جن پر سلفیت قائم ہے۔ اصلاح نفس ہو یا تعلیم وتربیت، دعوت وجہاد ہو یا جنگ وجدال، ہر شعبہ زندگی میں سلفی عقیدہ اور سلفی منہج سے راہ نمائی لینا ہی اہل حدیث کا طرہ امتیاز ہے۔

تعجب تو ان فضلاء اور علماء پر ہوتا ہے جنھوں نے اس کتاب کے بارے میں (لگتا ہے دیکھے بغیر!) توصیفی کلمات کہے جیسا کہ اس کتاب کے سرورق پر پسند فرمودہ میں ''فضیلۃ الشیخ ذہبی دوراں، آیۃ من آیات اللہ، بابائے تاریخ، مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ'' اور ''فضیلۃ الشیخ یادگار اسلاف نشان تصوف حضرت مولانا ڈاکٹر حماد لکھوی حفظہ اللہ ڈبل ایم اے، ایل ایل بی، پی ایچ ڈی'' جیسے کئی ایک نام درج ہیں۔

موضوع کی اہمیت وضرورت اپنی جگہ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ کوئی شخص رطب ویابس کو جمع کر کے اہل حدیث کے لیے سلوک کے بدعی راستے مقرر کر دے۔ اگر مرتب کو اہل حدیث کے ذوق تصوف کے حوالہ سے کچھ جمع کرنا بھی تھا تو امام نووی کی ریاض الصالحین، امام ابن جوزی کی منہاج القاصدین، امام ابن قیم کی مدارج السالکین اور شیخ محمد التویجری کی موسوعہ فقہ القلوب کے تراجم کو ہی جمع کر دیتے۔ یہ کتابیں اصلاح نفس کے سلفی منہج کے مطابق ہیں۔ مرتب کے جمع کردہ ہزاروں صفحات سے بہتر تھا کہ وہ پانچ سات صفحات میں مدارج السالکین کی فہرست کا ترجمہ ہی شائع کر دیتے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مرتب نے اہل حدیث کے ذوق تصوف کے نام سے جو کچھ جمع کیا ہے، مدارج السالکین کی صرف فہرست اس موضوع پر اس سے دس گنا زیادہ جامع ہے۔

بقیہ: اُمت مسلمہ کا مشترکہ نصاب تعلیم

کونہ نصاب کی زینت بنایا گیا۔ عربی اور فارسی میں لکھا گیا ادب اور کہانیاں آج بھی یورپی سکول کے بچوں کے لیے اجنبی ہیں، اس لیے کہ ان کہانیوں میں تہوار بھی الگ ہیں اور ماحول بھی، اخلاقیات بھی مختلف ہے اور معاشرت بھی۔ پورے یورپ میں کسی سکول کے بچے کو شاید ہی علم ہو کہ عید، جمعہ، رمضان کے روزے اور حج کیا ہوتا ہے جب کہ پوری دنیا کے نصاب میں بچوں کو کرسمس ٹری، ایسٹر، سانتا کلاز اور اس سے منسلک تمام رسومات کا علم بزور پڑھایا گیا۔ پورے یورپ میں کہیں بوعلی سینا، ابن الہیثم، الخوارزمی، رومی یا کسی بھی ادیب کا مجسمہ نظر نہیں آتا، حتیٰ کہ اکبر کو وہ اکبر اعظم کہتے ہیں لیکن اس کی تصویر اور ذکر کہیں نہیں ملتا۔ اُنھوں نے اپنے نصاب کو یورپ سے باہر کی ہر شخصیت اور تصور سے پاک رکھا ہے۔ یوں ایک جدید مغربی تہذیب وجود میں آئی جسے کتنا ہی سیکولر کہا جائے اپنے جوہر میں عیسائی ماحول، اقدار اور ثقافت میں ڈوبی تہذیب ہے اور یہی ان کا لائف سٹائل ہے جس کا وہ تحفظ چاہتے ہیں۔

اگر یہ ان کا لائف سٹائل ہے تو پھر میرا لائف سٹائل کیا ہے؟ مجھے کس لائف سٹائل کا تحفظ کرنا ہے؟ ان کے ہاں زبانوں کا فرق بھی یورپ کو علیحدہ قوموں میں تقسیم نہیں کرتا لیکن ہم اگر کسی دوسرے ملک کے مسلمان ادیب کی بات کریں تو اسے عربی اور فارسی ادیب کہہ کر مسترد کر دیا جاتا ہے۔ اس طوفانِ مغرب میں صرف ایک ہی راستہ ہے کہ مراکش سے لے کر برونائی تک تمام مسلمان ادیب، شاعر، فلسفی اور فنونِ لطیفہ کے ماہرین کا علم سکولوں کے نصاب میں شامل کیا جائے۔ ان کی کہانیوں میں ہماری اقدار ہیں، ہمارے تہوار ہیں، ہماری اخلاقیات ہے اور ہماری شخصیات کا ذکر ہے۔ پوری اُمت کے مشترک ہیروز، مشترک ادیب، شاعر اور مشترک قابل قدر شخصیات ہیں۔ جب تک سکندر اعظم کی بجائے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور نپولین کی بجائے صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ ہمارے نصاب کی زینت نہیں بنتے ہم بکھرے رہیں گے اور ہم پر دنیا حکومت کرتی رہے گی، ہمارے شہر برباد کرتی رہے گی۔ (بہ شکریہ روزنامہ ''دنیا'' (لاہور) ۲۳/ اپریل ۲۰۱۴ء)

تعلیم وتربیت

امر بالمعروف ونہی عن المنکر

(معاشرے کا مُصلح اور سفینۂ نجات)

تحریر:الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ
ترجمہ وتہذیب:(مولانا) حافظ خالد بن بشیر مرجالوی حفظہ اللہ

اسلام کا ایک اہم ترین فریضہ جس پر معاشرے کی صلاح وسلامتی اور دُنیا وآخرت میں فلاح وکامرانی مضمر ہے وہ ''امر بالمعروف ونہی عن المنکر''(نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے روکنا) ہے اور یہ ''سفینۂ نجات'' ہے، جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے:

"عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ:سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((مَثَلُ الْقَائِمِ عَلٰى حُدُوْدِ اللّٰهِ وَالْوَاقِعِ فِيْهَا كَمَثَلِ قَوْمٍ اسْتَهَمُوْا عَلٰى سَفِيْنَةٍ فَأَصَابَ بَعْضُهُمْ أَعْلَاهَا وَبَعْضُهُمْ أَسْفَلَهَا فَكَانَ الَّذِيْنَ فِيْ أَسْفَلِهَا إِذَا اسْتَقَوْا مِنَ الْمَاءِ مَرُّوْا عَلٰى مَنْ فَوْقَهُمْ فَقَالُوْا:لَوْ أَنَّا خَرَقْنَا فِيْ نَصِيْبِنَا خَرْقًا وَلَمْ نُؤْذِ مَنْ فَوْقَنَا.))قَالَ النَّبِيُّ ﷺ:((فَإِنْ يَتْرُكُوْهُمْ وَمَا أَرَادُوْا هَلَكُوْا جَمِيْعًا، وَإِنْ أَخَذُوْا عَلٰى أَيْدِيْهِمْ نَجَوْا وَنَجَّوْا جَمِيْعًا.))"(صحيح بخاري، رقم:۲٤۹۳)

''نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرماتے تھے:''اللہ کی حدود کا خیال رکھنے والے اور انھیں پامال کرنے والوں کی مثال ایک قوم کی طرح ہے جنھوں نے ایک کشتی پر (سفر کرنے کے لیے) قرعہ ڈالا، کچھ کو اُس کا اوپر والا حصہ ملا اور کچھ کو نچلا۔ جو اس کے نچلے حصے میں تھے انھیں جب پانی لینا ہوتا تو انھیں اوپر والوں کی رہائش سے گزر کر جانا پڑتا۔ اس لیے کہنے لگے: اگر ہم اپنے (نچلے) حصے میں سوراخ کرلیں اور اپنے سے اوپر والوں کو تکلیف نہ دیں! (تو یہ مشکل حل ہوسکتی ہے)''نبی ﷺ نے فرمایا:''اگر وہ اوپر والے نیچے والوں سوراخ کرنے دیں گے تو سب ہلاک ہوجائیں گے اور اگر ان کے ہاتھوں کو پکڑ لیں گے تو خود بھی بچ جائیں گے اور دوسروں کو بھی بچالیں گے۔''

تو اے مسلمان! اولادِ آدم کے سردار، رب العالمین کے پیغمبر اور ساری کائنات میں سے معاشرے کے حالات اور اس کی صلاح وفساد کو سب سے زیادہ جاننے والے نبی ﷺ کی بیان کردہ اس عظیم مثال میں غور کیجیے جو یہ بتارہی ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر عظیم الشان کام ہے اور یہ نجات کا راستہ اور اصلاحِ معاشرے کا ذریعہ ہے۔ اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ یہ مسلمانوں پر فرض ہے، اس لیے کہ تباہی سے بچنے کے لیے یہی واحد راستہ ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی کتاب کریم میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ذکر بہت زیادہ کیا ہے اور بیان فرمایا ہے کہ امت محمد ﷺ تمام امتوں سے بہتر ہے کیوں کہ اس کے اندر اچھی اور محمود صفات پائی جاتی ہیں جن میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر قائم رہنا نمایاں صفت ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ﴾

[آل عمران:۱۱۰]

''تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے نکالی گئی ہے کہ تم

نیکی کا حکم دیتے ہو اور بُرائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔''

غور کیجیے تو آپ پر اس فریضے کی عظمت آشکارا ہو جائے گی کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کس طرح ''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' کا تذکرہ ایمان سے بھی پہلے فرمایا، حالانکہ تمام اعمال کی صحت ایمان کے ساتھ مشروط ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے پہلے اس کا تذکرہ اس لیے کیا ہے کہ اس میں عمومی خیر پائی جاتی ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿وَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ يُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ o﴾

[التوبة: ۷۱]

''اور مومن مرد اور مومنہ عورتیں ان میں سے بعض بعض کے دوست ہیں، وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکات ادا کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں، یہی تو ہیں جن پر اللہ تعالیٰ عنقریب رحم فرمائے گا، بے شک اللہ تعالیٰ غالب وحکمت والا ہے۔''

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے ''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' کا تذکرہ نماز اور زکات سے بھی پہلے فرمایا ہے جو اس فریضے کی شان اور عظمت کو بیان کرتا ہے۔ اور یہ بھی کہ اس کا نفع عام ہے اور یہ انتہائی قابل تاثیر ہے۔

آیت اس بات پر بھی دلالت کر رہی ہے کہ ''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کی وہ خاص عادت اور صفتِ لازمہ ہے جس سے الگ ہونا اور سستی برتنا ان کے لیے جائز نہیں۔

اس فریضہ کو ترک کرنے پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کفارِ بنی اسرائیل کی مذمت کی ہے اور اس بنا پر ان پر لعنت فرمائی ہے، چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی کتاب مبین کی سورۃ المائدۃ میں فرمایا:

﴿لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ o كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ o﴾[المآئدة: ۷۸-۷۹]

''بنی اسرائیل سے جو کافر ہوئے ان پر داود اور عیسٰی بن مریم علیہما السلام کی زبانی لعنت کی گئی، یہ اس وجہ سے کہ انھوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے تجاوز کرتے تھے۔ وہ جس برائی کو کرتے تھے اس سے ایک دوسرے کو روکتے نہیں تھے، البتہ برا ہے جو وہ کرتے تھے۔''

اس آیت میں امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے یہ راہ نمائی موجود ہے کہ کفارِ بنی اسرائیل کے ملعون ومذموم ٹھہرنے کا سبب ان کی نافرمانی اور حدودِ الٰہیہ سے تجاوز تھا جس میں اپنے اندر پائی جانے والی برائیوں پر ایک دوسرے کو نہ روکنا بھی شامل ہے۔ یہ راہ نمائی اس لیے کی گئی تاکہ یہ امت ایسے ناگوار راستے سے بچ جائے اور اس قبیح عادت سے دور رہے۔

اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ جب یہ امت کفارِ بنی اسرائیل کی بری عادات کو اپنائے گی تو اسی مذمت ولعنت کی مستحق ٹھہرے گی جس کے وہ مستحق ہوئے۔ کیوں کہ بندوں اور اُن کے رب کے درمیان عبادت واطاعت سے ہی ربط وتعلق پیدا ہوتا ہے۔ جو ایک اللہ کی عبادت، اس کے احکامات پر عمل پیرا ہونے اور اس کی منع کردہ چیزوں کو چھوڑنے پر کاربند ہو جائے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اُسے عزت وانعامات سے نوازے گا، دُنیا میں بھی تعریف توصیف پائے گا اور کامیاب ہوگا اور اس کی آخرت بھی قابل تعریف ہوگی۔ مگر جو راہِ حق سے اِعراض اور روگردانی کرے گا وہ دُنیا میں بھی قابل مذمت ولعنت ہوگا اور انجام

کارنا کامی وخسارہ اس کا مقدر ٹھہرے گا۔

نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((من رأى منكم منكرا فليغيره بيده، فان لم يستطع فبلسانه، فان لم يستطع فبقلبه، وذلك أضعف الايمان .))

(صحيح مسلم، رقم:۴۹)

''تم میں سے جو کوئی برائی دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ کے ساتھ روکے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے برا جانے، اور یہ (آخری درجہ) کمزور ترین ایمان ہے۔''

صحیح مسلم ہی میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پہلے کسی امت میں کوئی نبی نہیں بھیجا مگر اُس کی امت سے اس کے معاون اور دوست ہوتے تھے جو اس کی سنت کو اپناتے اور اس کے حکم پر چلتے تھے۔ پھر ان کے بعد ایسے ناخلف ہوں گے جو وہ کہیں گے اور خود نہیں کریں گے اور وہ کریں گے جس کا انھیں حکم نہیں دیا جائے گا۔ جو اُن سے اپنے ہاتھ کے ساتھ جہاد کرے گا وہ مومن ہے اور جو اُن سے اپنی زبان کے ساتھ جہاد کرے گا وہ مومن ہے اور جو اُن سے اپنے دل کے ساتھ جہاد کرے گا وہ مومن ہے اور اس (دل سے بھی برا نہ سمجھنے) کے پیچھے ایمان کی رائی کا ایک دانہ بھی نہیں۔''

(صحیح مسلم، حدیث نمبر:۵۰)

اے مسلمان! اپنی ذات میں اللہ سے ڈر اور اللہ کے لیے اپنے نفس سے جہاد کر اور اللہ کے حکم پر استقامت اور مضبوطی اختیار کر۔ مذکورہ نصوص پر عمل کرتے ہوئے ہر جگہ اور ہر وقت حسب استطاعت نیکی کا حکم دے اور برائی سے روک، مسلمانوں کے اخلاق وعادات کو اپنا، کافروں اور اللہ کے نافرمانوں کے طور طریقوں سے بچ اور اپنی، اپنے گھر والوں اور اپنے مسلمان بھائیوں کی نجات کے لیے پوری کوشش کر، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

❀.... ﴿وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا﴾ [طه:۱۳۲]

''اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیجیے اور خود بھی اس پر کاربند رہیے۔''

❀.... ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝﴾ [التحريم:٦]

''اے ایمان والو! اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو اُس آگ سے بچالو جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں، جس پر سخت دِل اور مضبوط جسم والے فرشتے مقرر ہیں، اللہ ان کو جو حکم دیتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور (بلکہ) ان کو جو حکم ملتا ہے وہ کرتے ہیں۔''

نبی ﷺ سے مروی ہے:

آپ ﷺ منبر پر چڑھے تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی اور فرمایا:

''اے لوگو! بے شک اللہ تمھیں کہتا ہے: نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو، اس سے پہلے کہ تم مجھے پکارو تو میں تمھاری دُعا کو قبول نہ کروں اور تم مجھ سے مانگو تو میں تمھیں نہ دوں اور تم مجھ سے مدد طلب کرو تو میں تمھاری مدد نہ کروں۔''

(سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر:۴۰۰۴، صحیح ابن حبان بترتیب ابن بلبان:۱/۵۲۶)

بھائیو! نیکی وہ ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول نے حکم دیا ہے اور برائی ہر وہ چیز ہے جس سے اللہ اور اُس کے رسول نے منع

(باقی صفحہ ۱۸ پر ملاحظہ فرمائیں)

اصلاحِ معاشرہ

ع ''ملتانِ مابہ جنت اعلیٰ برابر است''

رياض عاقب اثری

امسال ۲۳ مارچ کے موقع پر ملتان انتظامیہ نے سپورٹس گراؤنڈ میں نمائش کا اہتمام کر رکھا تھا۔ راقم کا وہاں سے گزر ہوا تو دیکھا شاہراہ عام سے متصل گراؤنڈ کے آہنی دیوار پر کافی سارے بینر وقفہ وقفہ پر آویزاں تھے جن پر ''ملتانِ مابہ جنت اعلیٰ برابر است'' تحریر تھا۔ راقم یہ منظر دیکھ کر حیرت میں ڈوب گیا۔ دل میں سوچا کہ کیسی جہالت ہے کہ ملتان کو جنت اعلیٰ کے برابر قرار دیا گیا ہے۔ قبل ازیں کہ اس پر کچھ عرض کروں، پہلے اس شعر کی حقیقت جان لی جائے۔ یہ شعر مکمل بہ زبان فارسی کچھ یوں ہے ؎

ملتانِ ما بہ جنت اعلیٰ برابر است
آہستہ پا بنہ کہ ملک سجدہ می کنند

''ہمارا ملتان جنت اعلیٰ کے برابر ہے۔ آہستہ پاؤں رکھیں!
کیوں کہ یہاں فرشتے سجدہ ریز ہیں۔''

بعض مورخین کے نزدیک اس شعر کا قائل امیر خسرو دہلوی ہے جب کہ شیخ اکرام الحق نے اپنی کتاب ''ارضِ ملتان'' (ص:۲۲) میں اس شعر کو شیخ بہاء الدین زکریا کی طرف منسوب کیا ہے۔ یہی شعر خانقاہ بہاء الحق کے دروازے کی پیشانی پر کندہ ہے۔ شعر کا قائل جو بھی ہو، بہر حال یہ شعر غلط ہے اور شرک پر مبنی ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے جنت الفردوس کو جنت اعلیٰ قرار دیا ہے۔ فرمان رسول ﷺ ہے:

((فإذا سألتم اللہ فسلوہ الفردوس فإنہ أوسط الجنة وأعلى الجنة وفوقه عرش الرحمان و منه تفجر أنهار الجنة.))

(صحيح بخاري، رقم: ۲۷۹۰، ۷۴۲۳)

''جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو جنت الفردوس کا سوال کیا کرو کیوں کہ یہ جنت کا اعلیٰ اور بلند ترین درجہ ہے اور اس کے اوپر رب رحمان کا عرش ہے اور اسی سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں۔''

یہ جنت سماوی ہے، ارضی نہیں ہے۔ اس سرزمین پر حسن بن صباح ایسے بد باطن باطنی نے جھوٹی جنت قائم کر رکھی تھی۔ وہ لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے اس کا جھانسہ دیتا تھا۔ یہ ارضی جھوٹی جنتیں رب العالمین کی جنت کا کس طرح مقابلہ کر سکتی ہیں؟ اللہ رب العزت کی جنت کے انعامات و نعمتیں تو ابھی کسی آنکھ نے دیکھی ہی نہیں ایک حدیث قدسی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ وہ چیزیں تیار کر رکھی ہیں جو کسی آنکھ نے نہیں دیکھیں، کسی کان نے نہیں سنیں، نہ کسی انسان کے وہم و گمان میں ان کا خیال گزرا ہے۔'' (صحیح بخاری)

ملتان جنت اعلیٰ کے برابر کس طرح ہو سکتا ہے؟ یہ تو گرد و غبار، جھلسا دینے والی گرمی، گورستان اور گداگروں کا مسکن ہے ؎

چہار چیز است تحفہ ملتان
گرد و گرما گدا و گورستان

ایک تاریخی حوالے کے مطابق یہ تو ابلیس لعین کے ہبوط کی جگہ ہے۔ ملتان جنت اعلیٰ کے کس طرح برابر ہو سکتا ہے؟ یہ تو ازمنہ قدیم سے پوجا پاٹ اور شرک کا مرکز رہا ہے۔ کتب تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ملتان میں شروع ہی سے سورج دیوتا کی ہندو لوگ پوجا کرتے تھے۔ سندھ کے لوگ یہاں یاترا کے لیے آئے تھے۔ یہاں آنے کو وہ حج کا نام دیتے تھے۔ یہاں آکر سر اور داڑھی کے بال

منڈواتے اور ملتان کے بت پر قیمتی چڑھاوے چڑھاتے تھے۔ نذرانوں اور چڑھاؤں سے جو رقم وصول ہوتی، وہ امیر ملتان اپنی تحویل میں لے لیتا تھا۔

سورج کنڈ، سورج میانی، حرم گیٹ کے نزدیک ''تو تلاں مائی'' کا مندر، ریلوے اسٹیشن کے قریب ''جوگ مایا'' کا مندر (جہاں ماہ جیت اور اسوج میں نوراترہ کے میلے لگتے تھے)۔ ہندو دیوتا شری رام چندر جی کا بیرون دہلی گیٹ مندر ''رام تیرتھ'' (جہاں بھادوں کے مہینے پورن ماشی کا میلہ لگتا تھا)، سبزی منڈی کے قریب نرسنگھ پوری کا مندر، بیرون دولت گیٹ سمادھ دیواں ساون مل کا مندر، بیرون دہلی گیٹ گیان تھلیہ کا مندر، بازار چوڑی سرائے میں جین مندر اور چوک بازار میں ہنومان جی کا مندر۔ یہ تمام مقامات ملتان میں سورج پرستی کے دور کی عکاسی کرتے ہیں۔ یہ کیسی جنت اعلیٰ کے برابر جگہ ہے کہ یہاں سورج کی پوجا ہوتی تھی۔

اب یہاں قبر پرستی عروج پر ہے۔ ملتان کو مدینة الاولیاء کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ مشہور یہ ہے کہ یہ اڑھائی لاکھ پیروں کا مسکن ہے۔ اس لیے لوگ اسے ''پیریں پور'' بھی کہتے ہیں۔

یہ کیسی جنت اعلیٰ کے برابر جگہ ہے کہ یہاں آج نام نہاد مسلمان وہی کچھ کر رہا ہے جو ہندو دور میں ہندو لوگ اپنے دیوتاؤں کے مندروں پر کرتے تھے یہاں ہر سال حج کے دن کی طرح عرس منعقد ہوتا ہے۔ سندھی لوگ ننگے سر اور ننگے پاؤں یہاں آتے ہیں اور حق بہاء الحق دم بہاؤ الحق کا نعرہ لگاتے ہیں۔ غلاف کعبہ کی طرح قبر کی چادر ہر سال تبدیل کی جاتی ہے۔ حجر اسود کے بوسہ کی جگہ قبر کو چوما جاتا ہے طواف کعبہ کے بدلے قبر کے چکر لگاتے ہیں۔ ملتزم کی طرح مزار کی گزرگاہ اور چوکھٹ سے چمٹتے ہیں۔ زمزم کی جگہ قبر کے غسل سے جمع شدہ پانی بطور تبرک پیتے ہیں۔ قربانی کی جگہ بابا جی کی نذر کا بکرا ساتھ لاتے ہیں۔ کیا یہی رسول اللہ ﷺ کا طریقہ ہے؟ ہرگز نہیں۔ رسول اللہ ﷺ تو شرک کو مٹانے آئے تھے۔ وہ شرک سے حد درجہ نفرت کرتے تھے۔ آج اُمت محمد یہ دوبارہ شرک میں ڈوب چکی ہے۔ طرفہ تماشا تو یہ ہے کہ لوگ اسے شرک قرار ہی نہیں دیتے۔ اُلٹا منع کرنے والوں کو اولیاء کے گستاخوں کا طعنہ دیا جاتا ہے۔ پاک باز فرشتوں کو یہاں قدم قدم سربسجود سمجھا جائے۔ حالانکہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے آگے نہ جھکنے والی مخلوق ہے۔ یہاں فرشتوں کی گستاخی کی گئی۔ انھیں مخلوق خدا کے سامنے جھکنے والا ثابت کیا گیا۔ اور ایک شرک کے گڑھ کو جنت الاعلیٰ کے برابر قرار دیا گیا، کیا یہ کوئی گستاخی نہیں!!!

اس لیے مذکورہ شعر بالکلیہ غلط ہے۔ کوئی سرزمین بھی جنت اعلیٰ کے برابر نہیں ہوسکتی۔ مکہ و مدینہ روئے زمین پر سب سے افضل و پاک جگہیں ہیں۔ لیکن ان کو بھی جنت کے برابر نہیں کہا گیا۔

جگہ جگہ نقلی کعبے، فرضی جنتیں اور بہشت کے دروازے، یہ سب شرکیہ اُمور اور جاہلی باتیں ہیں۔ ملتان کی انتظامیہ ٹھنڈے دل سے سوچے کہ ان کا یہ عمل کیسا ہے۔ کہیں وہ اہل دنیا کو راضی کرتے کرتے اپنے رب کو ناراض تو نہیں کر رہے؟ اللہ تعالیٰ حق بات سمجھنے اور اس پر عمل کی توفیق بخشے۔ واللہ الموفق والهادي إلى سبيل الرشاد.



طوبیٰ لائبریری کا قیام

اہل حدیث یوتھ فورس ضلع ساہیوال نے طارق اکیڈمی فیصل آباد کے تعاون سے مرکزی جامع مسجد طوبیٰ اہل حدیث 134/9.L ساہیوال میں طوبیٰ لائبریری قائم کی ہے۔ جو مغرب تا ۱۰ بجے رات کھلتی ہے۔

قاری محمد حسن سلفی، خطیب مسجد ہذا، جنرل سیکرٹری اہل حدیث یوتھ فورس ضلع ساہیوال۔ 0300-9472384



افکارِ معاصرین

اُمت مسلمہ کا مشترکہ نصابِ تعلیم

اوریا مقبول جان

گزشتہ سے پیوستہ شمارے کے ادارتی صفحات میں عرض کیا گیا تھا کہ اسلام کی اصل حریف صلیب ہے۔ تاریخ اس کی مکمل تائید کرتی ہے۔ غور کریں تو سمجھ آجائے گی کہ عالمی ذرائع ابلاغ کے دجالی پروپیگنڈے اسلام کے ایام ہائے مسرت اور مقام ہائے عبادت...... مسجد حرمین شریفین...... لٹریچر سے محو کر کے اس کی غم ناکیوں...... یوم وفات، سوگ کے ایام اور اس کی رسومات...... کو نمایاں کر کے صلیبی کرسمس، ایسٹر، سانتا کلاز، گڈ فرائی ڈے کو خوشی کی علامتیں بتا کر اسلام کے بارے میں منفی (یعنی رنج والم) اور صلیب کے بارے میں مثبت (یعنی فرحت و شادمانی کے) تاثر کو غیر محسوس طریقے سے نصاب کے ذریعے بچوں کے ذہنوں کو مرعوب یا مسموم کرنے کی کوشش تھی جس میں وہ کامیاب ہو چکا ہے کہ اب ہماری کہانیوں اور داستانوں میں مسجد اور منبر و محراب کے نام نہیں لیے جاتے اسی طرح عربی یا اردو ہندسوں کی بجائے انگریزی ہندسوں کا رواج، اسلامی چھٹی...... جمعۃ المبارک...... کی بجائے صلیبیوں کے یوم عبادت...... اتوار...... کو سوسائٹی میں رواج دیا جا چکا ہے۔ یہ سب صلیب کی دسیسہ کاریوں ہی کا تسلسل ہے۔ جناب اوریا مقبول جان کا ایک چشم کشا کالم شاملِ اشاعت کیا جا رہا ہے۔ قارئین ملاحظہ فرمائیں کہ ایک غیر صلیب زدہ مسلمان کس آنکھ سے دیکھتا اور کس ذہن سے سوچتا ہے۔ (احمد شاکر)

یہ پورا خطہ، جسے آج یورپ کہا جاتا ہے، کیا اس کی کوئی مشترک تاریخ رہی ہے؟ کیا اس میں شامل ممالک کی اقدار، روایات، نظامِ حکومت و سیاست اور اخلاقیات ایک جیسی تھیں؟ حقیقت یہ ہے کہ ایک علاقے کا ہیرو دوسرے کا دشمن اور دوسرے کا فاتح پہلے علاقے کے لیے قابل نفرت ہوتا تھا۔ ادب، فن، آرٹ اور ثقافت میں ہر علاقے نے اپنے عظیم لوگوں کو جنم دیا۔ فرانس کا ایک ادیب ایسی زبان میں ادب تخلیق کرتا تھا جو باقی یورپ کے لیے اجنبی تھی اور روم کا مصور ایسے شاہانہ کرّ و فر والے ماحول کو کینوس پر لے کر آتا، یورپ کے دور دراز شمالی علاقے میں جس کا تصور بھی ممکن نہ ہوتا۔ صدیوں ٹکڑوں میں بٹے اور ایک دوسرے کے خون کے پیاسے یورپ کو آج ایک تہذیب کیوں کہا جاتا ہے؟ آج جدید مغربی تہذیب ایک حقیقت کیسے بن گئی ہے؟ روس کے سائبیریا سے لے کر سسلی کے جزائر تک اور آئر لینڈ کی سرزمین سے آرمینیا کی وادیوں تک اس تہذیب میں کیا چیز مشترک تھی جس کی وجہ سے یہ ایک اکائی کا روپ دھار گئے؟ صرف یورپ کی آپس میں جنگوں کی تاریخ اُٹھا کر دیکھیں تو دنیا میں کسی بھی دوسرے علاقے میں ہونے والی خون ریزی بھول جاتی ہے۔ میں قدیم تاریخ میں نہیں جانا چاہتا، صرف چند صدیاں پہلے کی جنگوں کا حال پڑھ کر یوں لگتا ہے کہ یورپ کو سوائے جنگ کرنے اور قتل وغارت کے اور کوئی کام ہی نہ تھا۔ انگلینڈ اور فرانس کے درمیان ۱۳۳۷ء سے ۱۴۵۳ء تک، ۱۱۶ سال جنگ جاری رہی جس کے بعد ''سوسالہ جنگ'' کا محاورہ ایجاد ہوا۔ میلان، وینس اور فلورنس کے درمیان ۱۴۰۲ء سے ۱۴۵۴ء تک ۵۲ سال جنگ چلتی رہی۔ ڈنمارک اور سویڈن کے درمیان ۱۵۰۶ء سے ۱۵۱۳ء تک، سپین اور ہالینڈ کے درمیان ۱۵۶۷ء سے ۱۵۹۳ء تک، انگلینڈ اور ہالینڈ کے درمیان ۱۶۵۲ء سے ۱۶۷۴ء تک جنگ ہوتی رہی۔ غرض کوئی سال ایسا نہیں ہے کہ یورپ کے کسی نہ کسی خطے میں جنگ نہ چل رہی ہو یا پھر اندرونی طور پر ملکوں میں قتل وغارت نہ ہو رہی ہو۔ دنیا کی تاریخ کی آخری خوف ناک اور ہیبت ناک عالمی جنگیں بھی یورپ کی سرزمین سے

شروع ہوئیں اور پھر اُنھوں نے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ جنگ عظیم اوّل اور جنگ عظیم دوم میں جتنے افراد مارے گئے پوری انسانی تاریخ میں مارے جانے والے افراد کی کل تعداد سے بھی زیادہ ہوں گے!

اتنی جنگوں، قتل وغارت اور نسل وزبان کے اختلاف کے باوجود وہ کون سی ایسی سماجی لڑی تھی جس نے یورپ کو ایک تہذیب کی شکل دے دی؟ یہ تہذیب خود بہ خود آسمان سے نہیں ٹپکی، اسے مدتوں کی محنت اور کوشش سے تخلیق کیا گیا۔ پورے برّ اعظم یورپ کے ادب، آرٹ، موسیقی یا طرزِ زندگی کو اُٹھا کر دیکھ لیں، آپ کو صرف ایک چیز مشترک ملے گی لیکن اسے نہ کوئی سیکولر مورّخ ماننے کو تیار ہوتا ہے اور نہ ہی ماڈرن دانش وَر۔ وہ مشترک چیز عیسائی تہذیب ومعاشرت ہے۔ چیخوف سے موپساں اور شیکسپیئر سے ہارڈی تک کی کہانیاں دیکھ لیں، آپ کو ان میں ایک عیسائی گھر کا محول، عیسائی عبادات وتہوار اور عیسائی روحانی کردار، یعنی سینٹ جلوہ گر نظر آئیں گے۔ کرسمس، ایسٹر، سانتا کلاز، گڈ فرائی ڈے، ان سب سے لگی بندھی رسومات ان کہانیوں میں نظر آئیں گی۔ پیدا ہوتے ہی بچے کا بپتسمہ، چرچ کی گھنٹیوں میں شادی کی تقریب اور کالے ملبوس اور نقاب میں روتی ہوئی عورتوں کے درمیان قبرستان میں تابوت کا قبر میں اُتارنا، پادری، راہبائیں اور ان سے منسلک تمام افراد اِن ناولوں، افسانوں، نظموں اور دیگر اصنافِ سخن میں پائے جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب کوئی روسی ناول انگریزی میں اور انگریزی ناول فرانسیسی میں ترجمہ ہوتا ہے تو پڑھنے والے کو اجنبیت محسوس نہیں ہوتی۔ سارے ادب کا تہذیبی ماحول آج بھی عیسائی تہذیب اور تہواروں سے عبارت ہے۔ یہی حال ان کی تاریخی آرٹ گیلریوں میں موجود تصویروں کا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت مریم علیہا السلام، سینٹ پیٹرز یہاں تک کہ بائبل کے مطابق تخلیق آدم وحوا تک کو تصاویر کی زینت بنایا جا چکا ہے۔ موسیقی اور شاعری میں بھی اسی طرح کا ماحول ملتا ہے۔ عیسائیت وہ واحد مشترکہ قدر ہے جس کے تہذیبی ورثے نے ہزاروں جنگوں اور قتل وغارت کے باوجود یورپ کو ایک یورپی ماحول میں ڈھلنے میں مدد دی۔ لیکن کیا یہ خود بہ خود ہو گیا؟ ہرگز نہیں، قطعاً نہیں! اس کے لیے تین صدیاں صرف ہوئیں، حکومتوں، اہل دانش وعلم اور تعلیمی ماہرین کو سخت محنت کرنا پڑی۔ صلیبی جنگوں کے بعد جب یورپ کو علم ہوا کہ مسلمانوں کے علاقے تہذیب کا سرچشمہ ہیں تو اُنھوں نے ترجمے کی تحریک شروع کی۔ یورپ کا کوئی قصبہ ایسا نہ تھا جہاں عربی زبان پڑھائی نہ جاتی ہو۔ یہ زبان صرف اس لیے پڑھائی جاتی تھی کہ عربی میں موجود علم تک رسائی حاصل ہو، لیکن ذریعہ تعلیم ہمیشہ ان کی مقامی زبان ہوتی۔ پورے یورپ میں سائنس، فلسفہ، طب، جغرافیہ اور دیگر علوم ترجمہ ہوئے لیکن ان کو براہ راست لوگوں تک نہیں پہنچنے دیا گیا بلکہ مصنفین نے اپنے نام سے کتابیں تحریر کیں اور انھیں سکولوں، یونی ورسٹیوں اور کالجوں میں پڑھایا گیا۔ اس دوران مسلمان مصنفین کا نام بددیانتی سے بدل کر یورپی بنایا گیا، جیسے بوعلی سینا کو Ave Sina بنا دیا گیا تاکہ بچوں کو احساس تک نہ ہو کہ یہ لوگ مسلمان یا غیر یورپی تھے۔ سب سے بڑا اہتمام یہ کیا گیا کہ بچوں تک ایسی کوئی کہانی نہ پہنچنے دی جائے جس میں یورپ سے باہر کا ماحول موجود ہو۔ گزشتہ سات صدیوں سے یورپ کے کسی ملک کے نصاب میں مسلمانوں کی تہذیب، ثقافت، اخلاقیات اور اقدار کی ایک جھلک تک نہیں ملتی۔ یورپ کے ہر خطے میں جنم لینے والوں کو مشترکہ ہیرو قرار دیا گیا۔ سکندر اعظم جیسے ظالم شخص کو عظیم بادشاہ، شیکسپیئر کو یورپ کا سرمایہ، لیونارڈو ونچی کو پورے خطے کا مصور اور مائیکل اینجلو کو عظیم مجسمہ ساز تسلیم کیا گیا۔ موپساں، گوئٹے، دانتے، والٹیئر، روسو، ٹالسٹائی، دوستوفسکی...... اس سے قطع نظر کہ ان میں سے کوئی کون سی زبان بولتا اور کس زبان میں لکھتا، اس کے کام کو پورے یورپ کے لیے مشترک سرمایہ اور میراث قرار دے دیا گیا، وہ یورپ جس نے صدیوں ایک دوسرے کا خون بہایا۔ اس دوران دنیا بھر میں لکھے جانے والے ادب

(باقی صفحہ ۲۱ پر ملاحظہ فرمائیں)

تبصرۂ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

رسول اللہ ﷺ کے متعلق مستشرقین کے اعترافات

تالیف: حمیداللہ خان عزیز

ضخامت: ۲۳۰صفحات

ناشر: ادارہ تفہیم الاسلام، رحمان آباد گلی الفلاح بنک والی احمد پور شرقیہ، بہاول پور

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

پیغمبرِ اکرم، خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات بڑی اعلیٰ، آپ ﷺ کا مقام بلند و بالا اور آپ ﷺ کا نام تا قیامِ قیامت گونجنے والا ہے۔

اللہ کریم نے اپنے محبوب پیغمبر علیہ السلام کو وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کا تمغہ عنایت فرمایا کہ "ہم نے تیرے ذِکر کو بلند کر دیا۔ یہ ذِکر کیسے بلند ہوا کہ جہاں اللہ کریم کا نام آیا وہیں رسول کریم ﷺ کا نام بھی آیا۔ اذان میں جہاں اشہدان لا الہ الا اللہ آیا وہاں اشہدان محمدا رسول اللہ بھی آیا۔ کلمہ طیبہ میں جہاں لا الہ الا اللہ آیا وہاں محمد رسول اللہ بھی آیا۔ جہاں اللہ نے اپنی وحدانیت کا اعلان فرمایا وہاں اللہ کریم نے اپنے پیغمبر کی رسالت کی صداقت کو بھی بیان فرمایا۔

زیرِ تبصرہ کتاب کے مؤلف جناب حمید اللہ خان نے بڑی ہمت اور جدوجہد کے ساتھ ایسا مواد جمع کیا ہے جس سے پیغمبر اکرم ﷺ سے دشمنی رکھنے والوں اور آپ ﷺ کی جناب میں گستاخی کرنے والوں کی سزائیں بھی بیان کی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اُنھوں نے اپنی اس کتاب میں ایسے مستشرقین کی تحریریں بھی جمع کی ہیں جنھوں نے اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی تعلیمات کو تو قبول نہیں کیا لیکن بہ طور انسان ان کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان نظر آتے ہیں۔

کتاب پر مقدمہ، جس کی حیثیت ایک الگ مضمون کی بن چکی ہے، مفید اور معلوماتی ہے اور مقدمہ نگار ہیں جناب ملک عبدالرشید عراقی صاحب۔ کتاب کا انتساب حکیم عبدالخالق خان، جو مؤلف کے والد گرامی تھے اور توحید وسنت کے عقیدے کے پرچار کر بھی تھے، کے نام کیا گیا ہے۔ مجموعی طور پر کتاب سیرتِ پیغمبر اکرم ﷺ پر ایک منفرد مقام کی حامل ہے۔ اہل ذوق ضرور مطالعہ فرمائیں۔



اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟

تالیف: ڈاکٹر عبدالحفیظ سموں

تقدیم: فضیلۃ الشیخ مولانا عبداللہ ناصر رحمانی ﷾

ضخامت: ۱۵۶صفحات

ملنے کا پتا: مکتبہ اسلامیہ، بالمقابل رحمان مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور۔ فون: 042-37244973

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ یہ ایک ایسا موضوع ہے جو اہل علم کے درمیان مختلف فیہ رہا ہے۔ اللہ کریم کی ذاتِ بابرکات کے متعلق بات کرتے وقت احتیاط اور علم کا ہونا بہت ضروری ہے۔ اپنی طرف سے قیاس آرائیاں اور من گھڑت خیالات لانا بعض دفعہ ارتکاب اعمال کا نتیجہ بھی بن سکتا ہے۔

(باقی صفحہ ۳۱ پر ملاحظہ فرمائیں)

فہرست اردو کتب

محمد عطاء اللہ حنیف لائبریری

دارالدعوۃ السلفیہ، لاہور

۲۹۷ء۸۹۳ محمد عالم آسی امرتسری

م ل احتساب قادیانیت، جلد(۲۶)،ص:۶۸۸۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، حضوری باغ، ملتان۔

الکاویہ علی الغاویہ۔یعنی چودھویں صدی ہجری کے مدعیان نبوت کے مختصر تاریخی حالات (حصہ دوم)

۲۹۷ء۸۹۳ آغا شورش کاشمیری

آ ل احتساب قادیانیت، جلد(۲۷)،ص:۵۰۲۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، حضوری باغ روڈ، ملتان۔

۱۔آغا شورش کاشمیری۔ مرزائیل۔

۲۔آغا شورش کاشمیری۔اسلام کے غدار۔

۳۔آغا شورش کاشمیری۔عجمی اسرائیل۔

۴۔آغا شورش کاشمیری۔قادیانیت،قادیانی اسلام کے غدار۔

۵۔عبدالکریم مباہلہ۔مباہلہ پاکٹ بک۔

۶۔عبدالکریم مباہلہ۔خود کاشتہ پودا۔

۷۔عبدالکریم مباہلہ۔حقیقت مرزائیت۔

۸۔ماسٹر غلام حیدر۔عشرہ کاملہ۔

۹۔ماسٹر غلام حیدر۔کشف الاسرار۔

۱۰۔ماسٹر غلام حیدر۔کشف الحقائق۔

۲۹۷ء۸۹۳ قاضی غلام گیلانی

ق ل احتساب قادیانیت، جلد(۲۸)،ص:۶۸۴۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، حضوری باغ روڈ، ملتان۔

۱۔قاضی غلام گیلانی۔تیغ غلام گیلانی برگردن قادیانی۔

۲۔قاضی غلام گیلانی۔جواب حقانی دررد بنگالی قادیانی

۳۔قاضی زاہد الحسینی۔مسلمان قادیانیوں کو کیوں کافر سمجھتے ہیں؟

۴۔قاضی زاہد الحسینی۔اہل وطن کے لیے دعوت غور وفکر

۵۔قاضی زاہد الحسینی۔مرزا غلام احمد قادیانی کا قرآن عزیز میں ردوبدل کا نمونہ۔

۶۔قاضی زاہد الحسینی۔براۃ امام از افتراء پیغام۔

۷۔قاضی زاہد الحسینی۔ایک خطرناک انقلاب۔

۸۔مرتضیٰ احمد خان۔ محاسبہ یعنی عدالت تحقیقات فسادات پنجاب (۱۹۵۳ء)۔

۹۔مرتضیٰ احمد خان۔قادیانی سیاست۔

۱۰۔مرتضیٰ احمد خان۔پاکستان میں مرزائیت۔

۱۱۔مرتضیٰ احمد خان۔مرزائی نامہ۔

۱۲۔مرتضیٰ احمد خان۔کیا پاکستان میں مرزائیوں کی حکومت ہوگی؟

۱۳۔مفتی غلام مرتضیٰ۔الظفر الرحمانی فی کشف القادیانی۔

۲۹۷ء۸۹۳ محمد صادق بہاول پوری

م ل احتساب قادیانیت، جلد(۲۹)،ص:۵۶۰۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، حضوری باغ روڈ، ملتان۔

۱۔محمد صادق بہاول پوری۔مرزا اور یسوع۔

۲۔محمد صادق بہاول پوری۔تحریف قرآنی بزبان قادیانی

۳۔محمد صادق بہاول پوری۔فرنگی نبی کی ناپاک چھینٹیں

۴۔ابوالحسنات محمد احمد قادری۔قادیانی مسیح کی نادانی اُس کے خلیفہ کی زبانی۔

۵۔ابوالحسنات محمد احمد قادری۔اکرام الحق کی کھلی چھٹی کا جواب
۶۔ابوالحسنات محمد احمد قادری۔کرشن قادیانی کے بیانات ہذیانی
۷۔سید حبیب۔تحریک قادیان۔
۸۔محمد حنیف ندوی۔مرزائیت نئے زاویوں سے۔
۹۔سلطان احمد خان۔قادیانی پیمبر اور مشک وعنبر۔
۱۰۔سلطان احمد خان۔الکتاب والحکمۃ۔
۱۱۔گلزار احمد مظاہری۔قادیانی ہم مسلمانوں کو کیا سمجھتے ہیں؟
۱۲۔گلزار احمد مظاہری۔قادیانی عدالت کے کٹہرے میں۔
۱۳۔گلزار احمد مظاہری۔قادیانیوں کی سیاسی منزل۔
۱۴۔گلزار احمد مظاہری۔سراپا غلام احمد قادیانی۔
۱۵۔گلزار احمد مظاہری۔قادیانی آزادیِ کشمیر کے دشمن
۱۶۔گلزار احمد مظاہری۔ربوہ سے اسرائیل تک۔
۱۷۔گلزار احمد مظاہری۔قادیانی اور کلمہ طیبہ۔
۱۸۔محمد عبداللہ معمار امرتسری۔اکاذیب قادیان۔
۱۹۔محمد عبداللہ معمار امرتسری۔مغالطات مرزا عرف الہامی بوتل۔
۲۰۔محمد عبداللہ معمار امرتسری۔روئیداد مناظرہ روپڑ۔

۸۹۳۔۲۹۷ء احمد بزرگ

(ا) احتساب قادیانیت، جلد (۳۰)، ص: ۶۸۰۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، حضوری باغ روڈ، ملتان۔
۱۔احمد بزرگ۔روئیداد مباحثہ رنگون۔
۲۔حافظ عبدالسلام لکھنوی۔صولت محمدیہ برفرقہ غلمدیہ
۳۔حکیم عبدالشکور حنفی۔تحفہ محمدیہ برائے فرقہ غلمدیہ۔
۴۔مولانا علم الدین۔حقیقت مرزائیت مع ختم نبوت بجواب اجراء نبوت۔
۵۔مولانا علم الدین۔چودھویں صدی کا دجال کون؟

۶۔سید عبدالرحمان مونگیری۔آئینہ قادیانی۔
۷۔سید عبدالرحمان مونگیری۔تنبیہ قادیانی۔
۸۔سید عبدالرحمٰن مونگیری۔حق طلب کی سچی فریاد۔
۹۔مفتی محمد نعیم لدھیانوی۔قادیانی نبوت کا خاتمہ۔
۱۰۔حکیم محمد یعسوب مونگیری۔صاعقہ آسمانی برفتنہ قادیانی۔
۱۱۔حکیم محمد یعسوب مونگیری۔عبدالماجد قادیانی کی کھلی چٹھی کا مفصل جواب۔
۱۲۔حکیم محمد یعسوب مونگیری۔مرزائیت کے متعلق جزیرہ ٹرینی ڈاڈ کے مسلمانوں کے سات سوالات کے جوابات۔
۱۳۔منشی محمد شفیع امرتسری۔اسلامیہ تبلیغی انسائیکلوپیڈیا۔
۱۴۔قاضی اشرف حسین رحمانی۔جواب حقانی۔

بقیہ: تبصرہ کتب

مولانا عبدالحفیظ سموں صاحب فاضل مصنف ہیں۔ جمعیت اہل حدیث سندھ کے راہ نما ہیں۔ اُنھوں نے ایک اہم موضوع منتخب کیا اور اس پر دلائل و براہین کی روشنی میں لکھا ہے۔ کتاب کا مقدمہ مولانا عبداللہ ناصر رحمانی ﷾ نے تحریر فرمایا ہے۔ موضوع کی اہمیت کے متعلق وہ لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کے لیے صفتِ عُلوّ ہے، وہ تمام مخلوقات سے بائن، اپنے عرش پر مستوی ہے اور تمام کائنات سے بلند و بالا ہے، یہ ایک ایسا موضوع ہے جس کی معرفت ہر انسان کی بنیادی ضرورت ہے۔'' (ص: ۸)

اللہ کریم کی ذات بلند و بالا، اعلیٰ وارفع ہونے کے واضح ثبوت قرآن وسنت میں موجود ہیں۔ یہی عقیدہ اسلامی ہے۔

ہمارے سامنے زیرِ تبصرہ کتاب کا دوسرا ایڈیشن ہے۔ پہلے ایڈیشن کا مقدمہ مولانا مبشر احمد ربانی ﷾ نے لکھا تھا جسے دوسرے ایڈیشن میں بھی شامل کیا گیا ہے۔ ہر صاحب ذوق کو یہ کتاب پڑھنی چاہیے۔



ابوہریرہ شریعہ کالج میں داخلہ لیجیے

حضرات آپ یقیناً واقف ہوں گے کہ ملک میں یہ واحد ادارہ ہے جس میں 1997ء سے درسِ نظامی کے ساتھ لازمی (Compulsary) ایف۔اے، بی۔اے کروایا جاتا ہے۔ اب تک جو بیک وقت عالم دین اور گریجویٹ علماء فارغ ہوئے ہیں۔ چند ایک کو چھوڑ کر باقی تمام فوج، پولیس اور ایجوکیشن کے شعبے میں ہم پوسٹوں پر کام کرنے کے ساتھ ساتھ دین کی خدمت بھی کر رہے ہیں۔

داخلہ 10 اپریل تا کیم مئی

میرٹ: میٹرک۔ تاہم میٹرک کا امتحان دینے والے طلباء داخلہ لے سکتے ہیں البتہ فیل ہونے کی صورت میں طالب علم کو فارغ کر دیا جائے گا۔

سہولیات: تعلیم، رہائش، کھانا فری تاہم درس نظامی اور کالج کی کتب طالب علم کے ذمہ ہونے کے ساتھ اسے استعداد کے مطابق کچھ ماہانہ زرتعاون جمع کروانا ہوگا۔ تاکہ مفت خوری سے اجتناب اور طلباء میں خودداری پیدا ہوسکے۔

نصاب شریعہ کالج

سال اوّل: ترجمۃ القرآن سورۃ الفاتحۃ تا الاعراف، مشکوٰۃ اوّل، علم النحو، علم الصرف، ابواب الصرف، دروس اللغۃ العربیۃ (دو حصے) تجوید القرآن **فرسٹ ائیر نصاب بمطابق لاہور بورڈ**

سال دوم: ترجمۃ القرآن سورۃ الاعراف تا النمل، مشکوٰۃ ثانی، نحو میر شرح مائۃ عامل، کتاب الصرف، اطیب المنح، معلم الانشاء (دو حصے) تجوید القرآن **سیکنڈ ائیر نصاب بمطابق لاہور بورڈ**

سال سوم: ترجمۃ القرآن، مسلم شریف، ترمذی شریف، ہدایۃ النحو، علم الصیغہ، السراجی، شرح نخبۃ الفکر، تجوید القرآن **تھرڈ ائیر نصاب بمطابق پنجاب یونیورسٹی**

سال چہارم: بخاری شریف، ہدایہ، الوجیز، شرح ابن عقیل، الفوز الکبیر، تجوید القرآن **فورتھ ائیر نصاب بمطابق پنجاب یونیورسٹی**

شریعہ کالج کے امتیازات

✿ کمبائن نصابِ تعلیم کا بانی ✿ تفسیر فہم القرآن اور دیگر کتب کا ناشر ✿ پاکستان میں تحریک دعوتِ توحید کا بانی

ابوہریرہ اکیڈمی کی نشریات: ازقلم میاں محمد جمیل

منفرد تفسیر: فہم القرآن

تفسیر کی انفرادیت

1۔ اُردو، عربی تفاسیر کے اہم نکات پر مشتمل تفسیر۔
2۔ محاورۃً اور لفظی ترجمہ۔
3۔ بہت سی تفاسیر سے زیادہ ربط کلام کا اہتمام۔
4۔ ہر آیت میں پائے جانے والے مسائل کا ترتیب وار بیان
5۔ ہر آیت کے مرکزی مضمون کی تفسیر دیگر آیات کے حوالوں سے جو ایک مکمل تقریر ہے۔ مکمل سیٹ کی قیمت: —/4200

فہم الحدیث

تمام مکاتب فکر کے مدارس میں پڑھائی جانے والی حدیث شریف کی کتاب مشکوٰۃ المصابیح سے متفق علیہ اور بخاری و مسلم کی مکمل روایات۔ ان روایات کے متن پر محدثین، دیوبند، بریلوی اور اہلحدیث علماء کا اتفاق ہے۔ اس کتاب کے پڑھنے کے بعد تعلیم یافتہ طبقہ کو 80 فیصد مسائل کسی عالم سے پوچھنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ تعلیم و تعلم سے وابستہ حضرات کے لیے انتہائی مفید ہے۔ قیمت فی سیٹ: ----/1000

① دین تو آسان ہے (100 روپے) ② برکاتِ رمضان (80 روپے)
③ آپ ﷺ کا حج (40 روپے) ④ انبیاء ؊ کا طریقہ دعا (80 روپے)
⑤ سیرت ابراہیم ؈ (100 روپے) ⑥ زکوٰۃ کے مسائل و فوائد (90 روپے)
⑦ اتحادِ امت اور نظم جماعت (100 روپے) ⑧ آپ ﷺ کا تہذیب و تمدن (90 روپے)
⑨ فضیلت قربانی اور اس کے مسائل (40 روپے) ⑩ مشکلات کیوں؟ نکلنے کے الہامی راستے (90 روپے)
⑪ جادو کی تباہ کاریاں اس کا شرعی علاج (80 روپے) ⑫ آپ ﷺ کی نماز قیام و سجود کی عملی تصاویر (40 روپے)

40% رعایت

جدید مالی مسائل پر عصر حاضر کی منفرد کتب

① دورِ حاضر کے مالی معاملات کا شرعی حکم قیمت /200
② معیشت و تجارت کے اسلامی احکام قیمت /180
③ اسلام کا قانونِ وراثت ______

ازقلم: حافظ ذوالفقار علی، شیخ الحدیث ابوہریرہ شریعہ کالج

ملنے کے پتے: ☆ دارالسلام ☆ نعمانی کتب خانہ ☆ اسلامی اکیڈمی ☆ سلفیہ ☆ قدوسیہ ☆ مکتبہ اسلامیہ لاہور دارارقم فیصل آباد میں دستیاب ہیں۔ برائے راست منگوانے والوں کو 40% فی صد رعایت

میاں محمد جمیل پرنسپل ابوہریرہ شریعہ کالج 37 کریم بلاک اقبال ٹاؤن لاہور: 042-35417233/0333-4095308
0306-4621016/0305-4036012

آزادیِ افکار

جو دُونیِ فطرت سے نہیں لائقِ پرواز
اُس مرُغکِ بیچارہ کا انجام ہے اُفتاد

ہر سینہ نشیمن نہیں جبریلِ امیں کا
ہر فکر نہیں طائرِ فردوس کا صیّاد

اُس قوم میں ہے شوخیِ اندیشہ خطرناک
جس قوم کے افراد ہوں ہر بند سے آزاد

گو فکرِ خدا داد سے روشن ہے زمانہ
آزادیِ افکار ہے اِبلیس کی ایجاد

(ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ)